از قلم

حضرت مولانا غلام رسول قدسی راجیکیؒ

نام کتاب : ''حیات قدسی''

تصنیف : حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی راجیکیؓ

شائع کردہ : نظارت نشر واشاعت قادیان

سنِ اشاعت : مئی 2003ء

تعداد : 1000

مطبع : پرنٹ ویل، امرتسر

ISBN : 81-7912-045-7

Printed by : PRINTWELL, Amritsar.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسیؔ فاضلؓ کا شمار سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اُن بزرگوں میں ہوتا ہے جو صاحب رویاء وکشوف تھے۔آپ گجرات صوبہ کے راجیکی گاؤں میں پیدا ہوئے اس لئے آپ کو مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی سوانح حیات کے تفصیلی حالات خود سے قلم بند کئے ہیں جس میں خاندانی حالات سے لیکر عہد طفولیت جوانی اور بڑھاپے تک کے ایمان افروز واقعات نیز قرآن کریم کے سینکڑوں معارف اور تقریباً نصف صدی تک کی تبلیغی مہمات کا ذکر درج ہے۔جن کو مختلف مواقع پر مختلف لوگوں نے حیات قدسی کے نام سے شائع کیا۔بعدہٗ حیات قدسیؔ کی پانچوں جلدیں اکٹھی دفتر اشاعت ربوہ کی طرف سے شائع ہوئیں۔اب ان پانچوں جلدوں کو دفتر نشر و اشاعت قادیان وکالت اشاعت لندن کی اجازت سے شائع کرنے کی توفیق پا رہا ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ یہ کتاب احباب کے ازدیاد ایمان کا باعث ہوگی۔انشاءاللہ

نظارت نشر و اشاعت قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

حیاتِ قدسی

مع

برکاتِ احمدیّہ

حصّہ اوّل
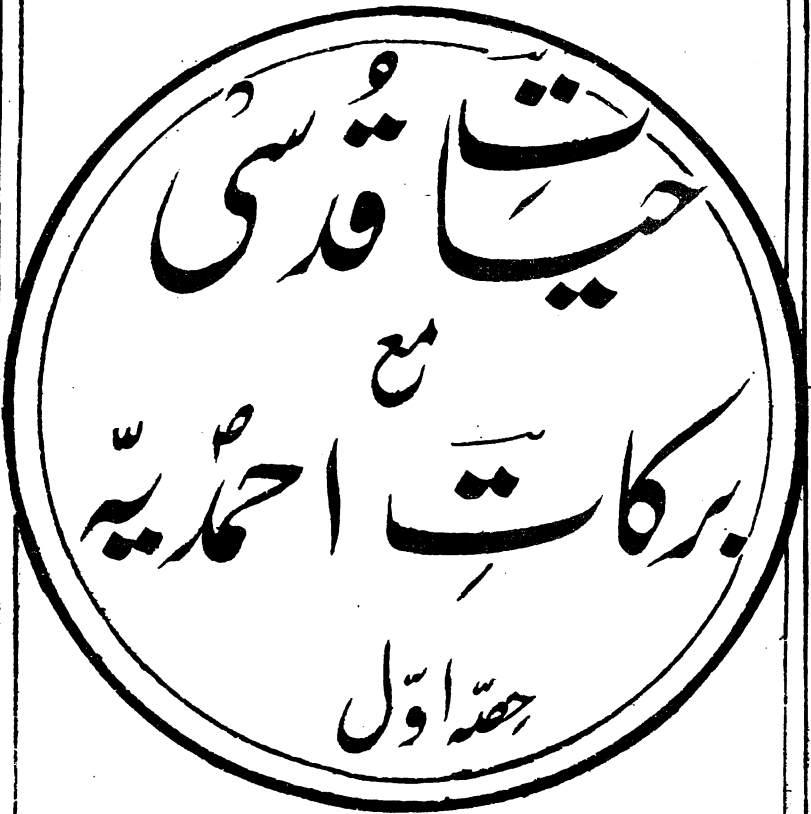
۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء

باہتمام سیٹھ علی محمد اے الہ دین سکندرآباد
مطبوعہ شفیق مشین پریس حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم = نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم = و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب قدسی فاضل راجیکی مبلّغ سلسلۂ عالیہ احمدیہ نے اپنے سوانح حیات کسی قدر تفصیل کے ساتھ خود تحریر فرمائے ہیں۔ اس وقت حالات کی مجبوری کی وجہ سے ان مفصل حالات کو شائع نہیں کیا جا سکتا لہٰذا صرف پہلے حصّہ کو خلاصۃً شائع کیا جاتا ہے۔ تفصیلی حالات جن میں قرآن کریم کے سینکڑوں معارف اور تقریباً نصف صدی کی تبلیغی مہمات کا تذکرہ ہے۔ انشاء اللہ مناسب موقعہ پر شائع کئے جا سکیں گے۔ اِس حصّہ میں حضرت مولوی صاحب کے خاندانی حالات اور عہدِ طفولیت اور قبولِ احمدیت کے بہت سے ایمان افروز واقعات شامل ہیں۔ جو اُمید ہے احباب کے لئے باعث ازدیادِ ایمان ہوں گے ۔

"الناشر"

۲۰ جنوری ۱۹۵۱ء

خاندانی حالات

میرا نام غلام رسول ہے اور میرے والد مرحوم کا نام میاں کرم الدین صاحب اور والدہ مرحومہ کا نام آمنہ بی بی تھا۔ میرے گاؤں کا نام راجیکی ہے جو گجرات (پنجاب) کے شہر سے تقریباً ۱۴ میل کے فاصلہ پر مغرب کی جانب آباد ہے۔

میری قوم ہمارے مورث اعلیٰ بھڑائچ کے نام کی وجہ سے پنجاب اور قندھار وغیرہ علاقوں میں وڑائچ یا بھڑائچ کہلاتی ہے۔ ضلع گجرات میں ہماری قوم کے تقریباً پچاسی گاؤں ہیں جو مشرق سے مغرب کی طرف پچاس کوس میں آباد ہیں۔ علاوہ ازیں ہماری قوم پنجاب کے اکثر اضلاع میں اور صوبہ اودھ اور قندہار وغیرہ علاقوں میں بھی بود و باش رکھتی ہے۔ چنانچہ صوبہ اودھ کا شہر بہرائچ اور گجرات کاٹھیاواڑ کا علاقہ بھڑوچ اسی قوم کا جنم بھوم خیال کئے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہمارے ضلع گجرات کے وڑائچ جیسا کہ ہماری قوم کے تحریری ریکارڈوں زبانی نسب ناموں اور ایک انگریزی کی تاریخ سے ظاہر ہے راجہ جینتو جو بھڑائچ کی نسل میں سے ایک راجہ تھا اس کی اولاد ہیں کسی زمانہ میں اس راجہ کے بڑے بیٹے ہری نے گجرات شہر کے قریب ایک گاؤں بسایا تھا اور اس کا نام اپنے نام پر ہریئے والا رکھا تھا۔ ایسا ہی اس کے بیٹے نگو نامی نے نگو وال اور پھر اس کے بیٹے راجہ نے موضع راجیکی آباد کیا تھا۔ چنانچہ ہمارا خاندان اور راجیکی کے تقریباً تمام زمیندار اسی راجہ کی اولاد ہیں جو راجہ جینتو کے سب سے بڑے بیٹے ہری کا پوتا تھا۔

ہمارے جدامجد کے مسلمان ہونیکی تقریب

موضع راجیکی میں ایک قادری طریقہ کے صوفی منش بزرگ بود و باش رکھتے تھے۔ ان کا نام نامی محمود تھا اور یہ جاٹوں کی سمرا قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے راجہ صاحب کے پوتے سارنگ نے جو اس وقت گرد و نواح میں بڑے دبدبہ کا رئیس تھا۔ انہیں مار پیٹ کر اپنے گاؤں سے نکال دیا۔ چنانچہ وہ بزرگ راجیکی سے لاہور چلے گئے اور وہاں اندرون مستی دروازہ میں رہائش اختیار کر لی۔ آخر ان کی مظلومیت رنگ لائی اور ہمارا جد سارنگ زمانہ کی آفات کا بُری طرح شکار ہوگیا اس دوران میں اس کا بیٹا جو ظلم وستم کا انجام بچشم خود دیکھ چکا تھا اپنے باپ کے مرنے کے بعد مسلمان ہوگیا اور حسن تفاؤل کے طور سے یا فریضۂ حج کے ادا کرنے کی وجہ سے حاجی کے نام سے مشہور ہؤا ؎

دُنیا تیرے حوادثِ پیہم کا شکریہ
پہنچا دیا ہے منزلِ عرفاں کے آس پاس

اس کے بعد ہمارا یہ جدّ بزرگوار اپنے ہندو باپ کے گناہ کی معافی طلب کرنے کیلئے خود حضرت محمود صاحب قادری کی خدمت عالیہ میں حاضر ہؤا۔ حضرت محمود صاحب نے جب ان کو دیکھا تو اپنی مسند سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہمارے جد بزرگوار نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اپنے باپ کے ظلم وستم کی معافی کے لئے حاضر ہؤا ہوں اور آپ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تیرے لئے کھڑا نہیں ہؤا بلکہ تیری پُشت میں ایک قطب پیدا ہونے والا ہے اُس کے احترام کے لئے کھڑا ہؤا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارے باپ کا قصور اس صورت میں معاف کر سکتا ہوں کہ آئندہ جو لڑکا بھی تمہارے یہاں پیدا ہوا سے میری تحویل میں دیدیا کرو۔ چنانچہ وہ اس بات پر رضامند ہو گئے اور اپنے صاحبزادہ کو ہوش سنبھالنے پر آپکے سپرد کر آئے۔ حضرت محمود صاحب نے حسن تربیت اور

حسن تعلیم سے اس بچے کو ایسا باکمال بنا دیا کہ وہ اس وقت لاہور کے صوفیاء و علماء میں خلیفہ عبدالرحیم کے نام سے مشہور ہوئے۔ پھر حضرت محمود صاحب نے خلیفہ عبدالرحیم صاحب سے اپنی صاحبزادی کی شادی کر دی اور آپ ہمیشہ کے لئے لاہور ہی میں اقامت گزیں ہو گئے اور پھر زندگی بھر اپنے آبائی گاؤں راجیکی واپس نہیں آئے اور فوت ہونے کے بعد انہیں اپنے خسر بزرگوار اور پیر طریقت حضرت محمود قادری علیہ الرحمۃ کے پہلو میں انار کلی بازار لاہور کے پیچھے پرانی جی کے بڑے درختوں کے نیچے دفن کر دیا گیا ؎

حاصل عمر نثار رہ یارے کردم
شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

آپکے متعلق آپ کے صاحبزادہ والا تبار حضرت محمد یحییٰ عرف میاں نور صاحب چنابی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب وسیلۃ الایمان کے شروع میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد ہمیشہ دن کو درس و تدریس اور رات کو یادِ الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔

حضرت میاں نور صاحب چنابی علیہ الرحمۃ

حضرت میاں نور صاحب اپنے والد ماجد حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد اپنی برادری کے لوگوں کے اصرار پر اپنے وطن مالوف راجیکی تشریف لے آئے۔ اور گرد و نواح کے لوگوں کو اپنے علمی و روحانی فیضان سے شاد کام کرتے رہے۔ ہمارے بزرگوں اور اس علاقہ کے عام لوگوں کا کہنا ہے کہ ہمارے جد امجد کی اولاد میں سے جس قطب کی تکریم کے لئے حضرت محمود صاحب قادری اُٹھے تھے وہ قطب میاں نور صاحب ہی ہیں۔ بہرحال آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور واصل باللہ بزرگ تھے۔ آپ نے اس زمانہ میں ایک فارسی کتاب وسیلۃ الایمان اور دوسری اپنے صاحبزادہ حافظ عبدالغفور صاحب کی تعلیم کے لئے قصیدہ آمالی کی عربی شرح تحریر فرمائی تھی ان ہر دو کتب

کے مطالعہ سے آپ کے فارسی و عربی تبحر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بزرگ سکھوں کی طوائف الملوکی کے زمانہ میں عین نماز پڑھتے ہوئے مسجد میں شہید کر دیئے گئے۔ اور ان کا نادر کتب خانہ بھی جلا دیا گیا۔ میں نے ایک دفعہ ریار میں دیکھا تھا کہ آپ کی لوحِ مزار پر جو بالکل سبز رنگ کی معلوم ہوتی ہے یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

جہاں اے برادر نہ ماند بکس
دل اندر جہاں آفریں بند و بس

میرا مقصود یہاں ان بزرگوں اور ان کی اولاد میں سے بعض مستجاب الدعوات لوگوں کی کرامتیں بیان کرنا نہیں ہے اس لئے میں فقط اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و احسان تھا کہ اس نے میری پیدائش کے لئے ایک ایسا پاکیزہ خاندان انتخاب فرمایا جس کی خدا پرستی اور بے نفسی کی وجہ سے لوگ آج تک اُسے سات پیہڑیئے (سات پشتوں والا) ولیوں کا خاندان کہتے ہیں۔ قرآن مجید کے ساتھ تو اس خاندان کو اتنا شغف تھا کہ بعض پشتوں میں اس کے نو نو دس دس حفّاظ ایک وقت میں مل جاتے تھے۔ پھر اس خاندان کی خواتین میں سے بعض کا یہ دستور العمل چلا آتا تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے بچوں کو وضو کر کے دودھ پلایا کرتی تھیں ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء +

میری پیدائش اور عہدِ طفولیت

میری والدہ ماجدہ کے بیان کے مطابق میں غالباً ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۹ء کے بین بین بھادوں کے مہینہ میں پیدا ہوا تھا۔ میری پیدائش پر میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب نے اصرار کیا کہ اس کا نام غلام رسول رکھا جائے۔ چنانچہ والد صاحب محترم نے بھائی صاحب کی خاطر یہی نام تجویز فرما دیا۔ حسن اتفاق سے میرے بھائی صاحب مرحوم کا رکھا ہوا یہ نام میری زندگی کے لئے ایک پیشگوئی ثابت ہوا اور واقعی میرے مولا کریم نے مجھے مرسل وقت علیہ السلام کی غلامی سے نواز لیا۔

میری والدہ ماجدہ نے بھی میری پیدائش سے پہلے رویا میں دیکھا تھا کہ ہمارے گھر میں ایک چراغ روشن ہوا ہے جس کی روشنی سے تمام گھر جگمگا اٹھا ہے۔

طفولیت کے کچھ سال گذارنے کے بعد میرے والد صاحب محترم نے مجھے قرآن مجید پڑھنے کے لئے گاؤں کے ایک مکتب میں بٹھا دیا اور اس کے بعد قصبہ تگووال کے پرائمری اسکول میں داخل کر دیا۔ یہاں کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد میں قصبہ کنجاہ کے مڈل اسکول میں داخل ہوا مگر ہنوز تعلیم پوری نہ ہوئی تھی کہ میرے بڑے بھائی میاں تاج محمود صاحب کا بعمر ۲۳ سال انتقال ہو گیا۔ والد محترم جو پہلے ہی اپنے دو بیٹوں میاں حسام الدین اور میاں نجم الدین کے فوت ہو جانے کی وجہ سے کبیدہ خاطر اور دردمند رہتے تھے اس جوان عمر بیٹے کی فوتیدگی پر نہایت غمزدہ ہوئے اور مجھے ارشاد فرمایا کہ بیٹا! اب تم ہمارے پاس ہی رہا کرو۔ چنانچہ میں نے اسکول کی پڑھائی چھوڑ دی اور اپنے گاؤں میں ہی میاں محمد الدین صاحب کشمیری کے پاس پڑھنا شروع کر دیا۔ چونکہ میاں محمد الدین صاحب سکندر نامہ اور ابو الفضل تک فارسی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے مجھے ان کتابوں کے پڑھنے میں آسانی ہوئی۔ اس کے بعد میرے دل میں مثنوی مولانا روم پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور میں والدین سے اجازت حاصل کر کے موضع گولیکی جو ہمارے گاؤں سے تخمیناً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے مولوی امام الدین صاحب رضی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولوی صاحب موصوف نے پہلے تو پڑھانے سے کچھ تامل فرمایا مگر بعد میں یہ کہتے ہوئے کہ آپ بزرگوں کی اولاد ہیں مجھے مثنوی پڑھانے پر رضامند ہو گئے۔ تعلیم کے دوران میں آپ ہمارے بعض بزرگوں کی کرامتوں کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے اور بعض اہم امور کے لئے مجھے دعا کی تحریک بھی کیا کرتے تھے۔ میں ان دنوں اکثر صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا اور شام کی نماز کے بعد سورہ یسین۔ سورہ مزمل۔ سورہ ملک۔ درود اکبر۔ درود مستغاث۔ درود وصال اور حضرت شیخ عبد القادر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کے درود کبریت احمر کا وظیفہ بالالتزام کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں موضع گولیکی اور موضع خوجیانوالی کے درمیان ریگستانی ٹیلوں پر محاسبہ و مراقبہ کی غرض سے جایا کرتا اور گھنٹوں یاد الٰہی میں تڑپ تڑپ کر روتا اور دعائیں کرتا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں خلوت گزینی اور

صحرا نشینی میرا بہت ہی محبوب مشغلہ تھا اور مجھے اس میں انتہائی لطف محسوس ہوتا تھا۔ مگر تاریک ماحول اور بچپن کی عمر کیوجہ سے میں اسوقت کسی کامل انسان کی دستگیری سے محروم تھا کیونکہ اس زمانہ میں جسقدر صوفی اور سجادہ نشین لوگ ہمارے علاقہ میں پائے جاتے تھے انکے بیشتر مشاغل ہندو جوگیوں کیطرح کشف القبور، کشف القلوب اور سلب امراض تک محدود تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں چشتی اور نقشبندی خاندانوں کی ریاضتیں بھی تصور شیخ کی مشرکانہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھیں۔ ایسے حالات میں جبکہ میرے آس پاس کے لوگ صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے تھے میرے لئے یہی چارہ کار تھا کہ خداوند کریم کی ازلی رحمتیں اور شفقتیں میری دستگیری فرمائیں اور ان فیج اعوج کی گمراہیوں سے مجھے محفوظ رکھیں چنانچہ یہ خدا تعالیٰ کا سراسر فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنی مخفی در مخفی حکمتوں کے ماتحت مجھے بچپن ہی سے ایسی راہوں پر چلایا جو آخر مجھے آستانۂ سرمدی پر لانے کا موجب ہوئیں ؎

ما بداں منزل عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دستگیری!

انہی ایام میں جبکہ میں روز و شب روحانی مجاہدات میں مصروف تھا میں نے ایک رات رویا میں دیکھا کہ میں ایک شاہراہ پر جنوب سے شمال کی طرف جا رہا ہوں کہ راستہ میں ایک ہندوانہ شکل کا آدمی سیاہ رنگ کا کتا پکڑے ہوئے کھڑا ہے۔ جب میں آگے بڑھنے لگا تو وہ کتا مزاحم ہوا اور وہ شخص مجھے کہنے لگا کہ اگر تم آگے گذرنا چاہتے ہو تو مجھے سجدہ کر کے آگے گذر سکتے ہو۔ میں نے کہا کہ سجدہ تو فقط خدا تعالےٰ کی ذات کے لئے ہے اور میں خدا تعالےٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کر سکتا اس پر وہ کہنے لگا اگر تم مجھے سجدہ نہیں کر سکتے تو آگے بھی نہیں گذر سکتے۔ چنانچہ اس جواب پر جب میں آگے قدم بڑھانے لگا تو وہ کتا پھر مزاحم ہوا اسی پس و پیش کی حالت میں جب میں بے حد پریشان تھا تو اچانک میرے پیچھے سے حضرت

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے میرے پاس پہنچے اور مجھے فرمانے لگے کہ آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آیئے چنانچہ میں ارشادِ گرامی کی تعمیل میں حضور انورؐ کے پیچھے ہولیا اور آپؐ مجھے اس شاہراہ سے نکال کر ایک پگڈنڈی پر ساتھ لئے ہوئے اس ہندو اور کتے سے کچھ فاصلہ پر پھر اسی شاہراہ میں لے آئے اور فرمانے لگے اب اس شاہراہ پر چلے جاؤ یہ کتا اب مزاحم نہیں ہوگا۔ اللّٰھُمَّ صلّ علیٰ سیدنا محمدِ الذی عزیزٌ علیہ ما عنتنا و بالمؤمنین رؤفٌ رحیم۔

دربارِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

انہیں ایام میں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں مسجد کے اندرون دروازہ کے باہر شمال کی جانب بیٹھا ہوں کہ ایک سبز پوش بزرگ اس دروازہ پر بطور دربان کے کھڑے نظر آئے۔ میں نے قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ سبز پوش بزرگ کون ہیں اور اس دروازہ پر کیسے کھڑے ہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ حضرت میاں نور صاحب چنابی علیہ الرحمتہ ہیں جو بطور دربان کے کھڑے ہیں اور مسجد کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس شخص کی اس بات پر حضرت میاں نور صاحب نے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے میں نے عرض کیا کہ حضور آپ کی اولاد میں سے ہوں تب آپ آگے بڑھے اور مجھے گود میں اُٹھالیا۔ (عجیب بات ہے کہ میں اس وقت اپنے آپ کو معصوم بچے کی شکل میں دیکھتا ہوں) اس کے بعد حضرت میاں نور صاحب نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کیا اور میں خواب سے بیدار ہوگیا

لشکرِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں شمولیت

ایسا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت راشدہ سے قبل میں نے خواب

میں دیکھا کہ میں اپنے گاؤں موضع راجیکی میں اپنے گھر سے باہر نکلا ہوں اور اس کوچہ
میں جو ہمارے گھر سے مغرب کی جانب شمالاً جنوباً چلا گیا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ میاں
اللہ جوایا اور نظام الدین بافندوں کی کھڈیوں کے پاس لوگ بڑی کثرت سے
جمع ہیں میں نے اس وقت سامنے سے آنے والے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ ہجوم
کیسا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے میں نے دریافت
کیا کہ آنحضرت صلعم بھی اس لشکر میں موجود ہیں تو اس نے کہا کہ ہاں حضورؐ بھی موجود
ہیں یہ سنتے ہی میں نے اپنی جوتیاں وہیں پھینکیں اور بھاگتے ہوئے آنحضورؐ کے
لشکر میں جا ملا۔ وہاں دیکھا تو مشرقی جانب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شاہانہ
ٹھاٹھ سے ایک ہاتھی کی عماری پر جلوہ فرما ہیں۔ اور اس لشکر میں جس کے متعلق یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ہندوستان پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
کو بھرتی فرما رہے ہیں۔ چنانچہ اپنے گاؤں کے لوگوں میں سے اس وقت میں ہی حضورؐ
اقدس کی خدمت عالیہ میں آگے بڑھا اور تسلیمات عرض کرنے کے بعد اس لشکر میں
بھرتی ہوگیا اس کے بعد ہم تمام فوجیوں کو برچھیاں دی گئیں اور حکم ملا کہ تم نے خنزیروں
کو قتل کرنا ہے ازاں بعد اچانک نظارہ بدلا اور ہم کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے چاروں
طرف بڑے بڑے فربہ خنزیر ہیں جنہیں ہم نے قتل کرنا شروع کر دیا ہے اور جو خنزیر
کسی سے قتل نہیں ہوتا میں برچھی کے ایک وار سے اُسے وہیں ڈھیر کر دیتا ہوں اس
رویائے صادقہ کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں تبلیغ
ہدایت کا موقع عطا فرمایا اور اس مسیح موعود علیہ السلام کی طفیل جس کی علامت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یقتل الخنزیر و یکسر الصلیب قرار دی ہے مجھے ہزاروں
مرتبہ ایسے خنزیر صفت لوگوں کے مقابلہ میں اپنے فضل سے نمایاں فتح نصیب فرمائی
ہے۔ اس رویا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہندوستان پر چڑھائی کرنے
سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ حضورؐ کی بعثت ثانیہ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ
کے لئے ہندوستان کا ملک ہی مقدر ہے اور دوسرے اس رُباعی
کی بھی تصدیق ہوتی ہے۔ جو کسی گذشتہ بزرگ نے مرقوم فرمائی
ہے ؎

کانت لِآدمَ ارض الہند منہبطاً
وفیہ نور رسول اللہ مشغولُ
من ھٰھنا ستبینُ انَّ مصدرنا
مہنّدٌ من سیوف اللہ مسلولُ

گیارہ انبیائے کرام علیہم السلام کی دستگیری

انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک اندھے کنویں میں گرا ہوا ہوں اور حیران و ششدر کھڑا ہوں کہ اچانک اوپر سے میری طرف گیارہ ہاتھ بڑھائے گئے مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان گیارہ ہاتھوں کا پنجہ ایک ہی تھا اس پنجہ نے مجھے پکڑا اور اس کے ذریعے میں اس اندھے کنویں سے باہر نکال لیا گیا باہر آکر جب میں نے گیارہ اشخاص کو دیکھا تو ان کی تعریف پوچھی اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم گیارہ نبی ہیں جو آپ کو اس اندھے کنویں سے نکالنے کے لئے آئے تھے چنانچہ ان میں سے حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ حضرت نوح ۔حضرت ہود۔حضرت صالح۔حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل۔حضرت اسحاق۔حضرت یوسف۔حضرت موسیٰ۔حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے کنویں سے نکلنے کے بعد جب میں نے دوسری جانب نظر اُٹھائی تو گیارہ آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں تو انہی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے فرمایا کہ یہ لوگ یوسف کے گیارہ بھائی ہیں۔

ممکن ہے کہ مذکورہ بالا مقدس ہستیوں کے اسمائے گرامی میں اب میرے حافظہ کے عدم ضبط کی وجہ سے کچھ فرق آگیا ہو مگر ظن غالب یہی ہے کہ یہی گیارہ انبیاء کرام میرے دستگیر ہوئے تھے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اس رویائے صادقہ کی تعبیر بھی مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے بعد ہی معلوم ہوئی کہ اندھا کنواں دراصل وہ فیج اعوج

کے بگڑے ہوئے عقائد و اعمال تھے جن میں اس وقت کے برادرانِ طریقت فطرت اسلامی کو دھکیل رہے تھے۔ ایسا ہی گیارہ ہاتھوں کے ایک پنجہ کی حقیقت بھی مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جری اللہ فی حلل الانبیاء ہونے کی وجہ سے معلوم ہوئی اور وہ گیارہ آدمی بھی جو برادرانِ یوسف تھے وہ بھی مجھے احمدی ہونے کے بعد ہی معلوم ہوئے کہ دراصل یہ لوگ ہمارے ہی خاندان کے گیارہ گھر تھے جو میرے احمدی ہونے کی وجہ سے میرے بے حد معاند ہو گئے۔

نزول جبرائیل علیہ السلام

اسی سلسلہ میں بیعت سے قبل میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں ایک چھت والے مکان کے نیچے کھڑا ہوں اور مجھے اس کے چاروں طرف کھلے ہوئے دروں میں سے آسمان نظر آرہا ہے۔ اس اثنا میں اچانک آسمان پھٹا اور اس میں سے ایک نوجوان اُتر کر اسی مکان کی چھت پر آبیٹھا اور مجھے مخاطب کر کے فرمانے لگا کہ نیچے کون ہے میں نے کہا میں غلام رسول ہوں تو اس نے کہا کہ غلام رسول جھولی کر (یعنی دامن پھیلا) چنانچہ جب میں نے دامن پھیلایا تو اس نے میرے دامن میں چودھویں کا چاند ڈال دیا۔ میں نے جب اس چاند کو اپنے سینہ سے لگایا تو عجیب بات ہوئی کہ وہ میرے وجود میں سما گیا اس کے بعد جب میں نے اس نوجوان کو دیکھنے کے لئے نگاہ اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بے نظیر حسن و جمال کا مجسمہ میرے سامنے کھڑا ہے تب میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کا اسم شریف کیا ہے تو اس نے جواب میں فرمایا کہ میرا نام

جبرائیل ہے

اس رؤیائے صادقہ کی تعبیر بھی مجھے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے بعد معلوم ہوئی کہ اس چودھویں کے چاند سے مراد فی الاصل چودھویں صدی کے مجدد اعظم مسیح محمدی علیہ السلام ہی ہیں۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کی فریاد رسی

ہمارے جد امجد حضرت خلیفہ عبدالرحیم صاحب علیہ الرحمۃ اور ان کے صاحبزادہ والا تبار حضرت میاں نور صاحب چنابی چونکہ قادری طریقہ سے منسلک تھے اس لئے ان کے بعد ہمارے خاندان کی اکثر مقدس ہستیاں اور اہلِ حال بزرگ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی علیہ الرحمۃ کی تصانیف غنیۃ الطالبین۔ فتوح الغیب۔ فیض سبحانی۔ اسبوع شریف۔ درود کبریت احمر وغیرہ کے اوراد و وظائف کو خاص وقعت دیتے تھے۔ چنانچہ میں بھی اپنی اکثر روحانی ریاضتوں میں انہی تصانیف کو چراغ راہ سمجھتے ہوئے اُن کے وظائف پر کاربند تھا۔

عنفوانِ شباب میں جب کہ میری عمر کوئی چودہ پندرہ سال کی ہوگی مجھے اس قسم کے اوراد کی خاص لگن تھی اور میں نے آپ کی بعض دعائیں اور درود کبریت احمر زبانی یاد کر رکھے تھے جن کا وظیفہ میں ہر روز بلا ناغہ کیا کرتا تھا۔ بلکہ ان کی بعض مرغوب خاطر دعائیں تو میں فی زمانہ بھی اکثر پڑھتا رہتا ہوں جن میں سے

اللّٰھم احینی حیوٰۃً طیبۃً واسقنی
من شراب محبتک اعذبہ و اطیبہ

اور

اللّٰھم اجذبنی الیک بجذبات محبتک
الشدیدہ واشغفنی محبتۃً وآتنی
حبًا لایزید علیہ احدٌ من العٰلمین

خاص قابلِ ذکر دعائیں ہیں۔ اس محویت کے زمانہ میں میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس کے جسم کی اونچائی دوشِ انسانی تک

بچتی ہے وہ تقریباً دو تین قدم کے فاصلہ پر مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس وقت میں نہایت ہی افسردہ خاطر ہو کر بغداد شریف کی طرف منہ کئے ہوئے خیال کرتا ہوں کہ اگر اس وقت غوثِ اعظم میری فریاد رسی فرمایئں تو اس بلائے عظیم سے نجات مل سکتی ہے چنانچہ میں اسی خیال میں ہی تھا کہ اچانک حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی تشریف لائے اور اس اژدہا کے کنڈل سے باہر کھڑے ہو کر مجھے دونو بازوؤں سے پکڑا اور باہر نکال لیا۔

اس خواب کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوئی کہ خداوند کریم کی قادرانہ تجلی مجھے دنیا کے اژدہا سے بچانے کا موجب ہوگی۔ چنانچہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن کا ایک نام الٰہی بشارتوں میں عبدالقادر بھی ہے مجھے اس دنیا کے اژدہائے عظیم سے بچانے کا موجب ہوئے۔ اور آنحضور اقدس علیہ السلام نے وقت پر میری فریاد رسی فرمائی۔

قربان تست جانِ من اے یار محسنم
بامن کدام فرق تو کردی کہ من کنم

پرواز رُوحانی اور لقائے محبوب سبحانی

انہی دنوں مجھے ایک مرتبہ موضع سعد اللہ پور جانے کا اتفاق ہوا چونکہ اس موضع میں کئی لوگ والد صاحب محترم کے ارادتمندوں میں سے تھے اس لئے مجھے رات وہاں ہی قیام کرنا پڑا مگر جب شام کا جھٹپٹا ہوا تو مجھ پر ایک روحانی کیفیت طاری ہوئی جس کے غلبہ واستیلا کی وجہ سے میں نے اپنے آپ کو بے خود سا پایا اور شام کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اس کیفیت کی بنا پر جس جگہ دعوتِ طعام تھی وہاں جانے سے معذرت کر دی اور عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد میں ہی سو گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں پرواز کرتے کرتے سات آسمانوں سے بھی اوپر ایک ایسے مقام پر پہنچا ہوں جس کے متعلق مجھے محسوس کرایا گیا کہ یہ مقام لامکان ہے اور اس وقت میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ میری اس پرواز کی جائے فراز عین بغداد شریف کے

محاذ میں واقع ہے اور حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی بنفس نفیس بغداد میں موجود ہیں چنانچہ میں اسی وقت ان کی زیارت کے خیال سے بغداد میں اُترا اور اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت ایک پلنگ پر مشرق کی طرف منہ کئے ہوئے جلوہ فرما تھے جس پر نہایت ہی خوبصورت بچھونا لگا ہوا تھا۔ جب میں آپ کے پلنگ سے نیچے پاپوش کی جگہ پر بیٹھ گیا تو آپ نے دونو ہاتھ میری پشت پر رکھے اور فرمایا پڑھ

حق سبحانہٗ سُبحَانَ نُورُہٗ

اور اُڑ جا۔ چنانچہ میں نے حسب ارشاد حق سبحانہ سبحان نورہٗ پڑھتے ہوئے دوبارہ پرواز شروع کر دی اور اُڑتا ہوا مشرق کی طرف چلا گیا۔

اس خواب میں تعبیر پرواز تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی الصلوٰۃ معراج المومن سے ظاہر ہی ہے مگر اس کے بعد حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمتہ کا حق سبحانہ سبحان نورہٗ پڑھا کر دوبارہ پرواز کا حکم دینا اور میرا اُڑتے ہوئے مشرق کی طرف چلے جانا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ میری روحانی تکمیل کے لئے مجھے وہ قادر و توانا خدا اپنے جمال و جلال کی ایک ایسی جلوہ گاہ نصیب فرمائے گا جو اپنی ضو فشانی اور جائے وقوع کے لحاظ سے بغداد سے مشرق کی طرف واقع ہوگی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی کے مطابق کہ ؎

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
چوں خود بہ مشرق است تجلیٔ نیرم

مجھے مشرق کی طرف سے خدا تعالیٰ نے اس فیضان نبوت سے مستفیض فرمایا جو افاضات ولائت سے کہیں بڑھ کر تھا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ سے استفادہ

میں جن ایام میں موضع گوئیکی میں مولنا امام الدین صاحبؓ سے مثنوی مولانا

روم پڑھا کرتا تھا اس زمانہ کا ذکر ہے کہ مثنوی کے بعض مشکل مقامات جن کی تفہیم مجھے مولوی صاحب موصوف سے نہ ہوسکتی وہ مقامات حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ مجھے خود آکر سمجھا جاتے۔ چنانچہ ایسے ہی مواقع پر تقریباً سات آٹھ مرتبہ رویا و کشوف میں مجھے آپ سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ان مقامات میں سے ایک مقام مثنوی کے سب سے ابتدائی شعر کا بھی تھا جس میں مولانا روم علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے کہ ؎

بشنو از نے چوں حکایت مے کند
واز جدائیہا شکایت مے کند

اس شعر کے لفظ "نے" کی تشریح سے جب میری مولوی امام الدین صاحبؓ سے تشفی نہ ہوئی تو مولانا روم علیہ الرحمتہ نے خود تشریف لاکر مجھے سمجھایا کہ "نے" سے واصل باللہ انسان مراد ہوتا ہے جو وصال الہیٰ کے بعد نبی و رسول کا مرتبہ حاصل کرکے مخلوق کی طرف مامور کیا جاتا ہے تاکہ بھٹکی ہوئی روحیں جن کی خدا سے جدائی کا وہ شاکی ہے انہیں وصال الہیٰ کی منزل مقصود تک پہنچائے۔ پس "نے" سے مراد ہر ایک واصل باللہ انسان نہیں بلکہ نبی و رسول ہے جسے ایک طرف وصال الہیٰ بھی حاصل ہوتا ہے اور جو دوسری طرف مخلوق کی خدا سے جدائی میں لعلك باخع نفسك الّا يكونوا مؤمنين کا مقام بھی رکھتا ہے۔

میری بیعت کی تقریب

موضع گولیکی میں مثنوی مولانا روم پڑھتے ہوئے جب میں چوتھے دفتر تک پہنچا تو ایک دن ظہر کی نماز کے بعد میں اور مولوی امام الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ حسن اتفاق سے پولیس کا ایک سپاہی نماز کے لئے اس مسجد میں آنکلا۔ مولوی صاحب نے جب اس کے صافہ میں بندھی ہوئی ایک کتاب دیکھی تو آپ نے پڑھنے کے لئے اُسے

لینا چاہا مگر اس سپاہی نے آپ کو روک دیا۔ مولوی صاحبؓ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ یہ کتاب جس بزرگ ہستی کی ہے وہ میرا پیشوا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم لوگ اسے پڑھ کر میرے پیشوا کو بُرا بھلا کہنے لگ جاؤ جسے میری غیرت برداشت نہیں کر سکے گی۔ مولوی صاحبؓ نے کہا کہ آپ بے فکر رہئیے ہم آپ کے پیشوا کے متعلق کوئی بُرا لفظ زبان پر نہیں لائینگے۔ تب اس سپاہی نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ بڑی خوشی سے اس کتاب کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ تین چار روز کیلئے اپنے پاس رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس وقت میں تعمیلات کے لئے بعض دوسرے دیہات کے دورہ پر جا رہا ہوں واپسی پر یہ کتاب آپ سے لے لوں گا۔ چنانچہ مولوی صاحبؓ نے وہ کتاب سنبھال لی اور جاتے ہوئے گھر ساتھ لے گئے۔ دوسرے دن جب میرا کسی کام سے مولوی صاحبؓ کے یہاں جانا ہوا تو میں نے وہی کتاب جو سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف لطیف آئینہ کمالات اسلام تھی حضور اقدسؑ کی چند نظموں کے اوراق کے ساتھ مولوی صاحب کی بیٹھک میں دیکھی۔ جب میں نے نظموں کے اوراق پڑھنے شروع کئے تو ایک نظم اس مطلع سے شروع پائی ؎

عجب نوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

میں اس نظم نعتیہ کو اول سے آخر تک پڑھتا گیا مگر سوز و گداز کا یہ عالم تھا کہ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو رہے تھے۔ جب میں آخری شعر پر پہنچا کہ ؎

کرامت گرچہ بے نام ونشاں است
بیا بنگر ز غلمانِ محمدؐ

تو میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی کہ کاش ہمیں بھی ایسے صاحب کرامات بزرگوں کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع مل جاتا۔ اس کے بعد جب میں نے ورق الٹا تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ منظومہ گرامی تحریر پایا ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے

چنانچہ اسے پڑھتے ہوئے جب میں اس شعر پر پہنچا کہ ؎

کافر و ملحد و دجال ہمیں کہتے ہیں
نام کیا کیا غمِ ملت میں رکھایا ہم نے

تو اس وقت میرے دل میں ان لوگوں کے متعلق جو حضور اقدس علیہ السلام کا نام ملحد و دجّال وغیرہ رکھتے تھے بے حد تاسف پیدا ہوا۔ اب مجھے انتظار تھا کہ مولوی امام الدین صاحبؓ اندرون خانہ سے بیٹھک میں آئیں تو میں آپؓ سے اس پاکیزہ سرشت بزرگ کا حال دریافت کروں۔ چنانچہ جب مولوی صاحبؓ بیٹھک میں آئے تو میں نے آتے ہی دریافت کیا کہ یہ منظومات عالیہ کس بزرگ کے ہیں اور آپ کس زمانہ میں ہوئے ہیں۔ مولوی صاحبؓ نے مجھے بتایا کہ یہ شخص مولوی غلام احمدؑ ہے جو مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور قادیان ضلع گورداسپور میں اب بھی موجود ہے۔ اس پر سب سے پہلا فقرہ جو میری زبان سے حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق نکلا وہ یہ تھا کہ

دنیا بھر میں اس شخص کے برابر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق نہیں ہوا ہوگا۔

اس کے بعد پھر میں نے حضور اقدسؑ کے مطائبات و منظومات پڑھنے شروع کر دیئے تو ایک صفحہ پر حضور انور کے یہ اشعار میرے سامنے آئے ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

مے درخشم چوں قمر تابم چوں قرص آفتاب
کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند

صادقم و از طرف مولا بانشانہا آمدم
صد درِ علم و ہدیٰ بر روئے من بکشادہ اند

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

ان ارشادات عالیہ کے پڑھتے ہی مجھے حضور اقدس کے دعوئے عیسویت اور مہدویت کی حقیقت معلوم ہوگئی اور میں نے ۱۸۹۷ء میں غالباً ماہ ستمبر یا ماہ اکتوبر میں بیعت کا خط لکھدیا۔ چنانچہ حضور اقدس علیہ السلام کی طرف سے حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؓ کا نوشتہ خط جو میری قبولیت بیعت کے متعلق تھا مجھے پہنچ گیا میں نے جب یہ خط مولوی امام الدین صاحبؓ کو دکھایا تو انہوں نے کہا کہ آپ نے بیعت کرنے میں جلدی کی ہے مناسب ہوتا اگر آپ تسلی کے لئے پوری تحقیق کر لیتے۔ میں نے کہا میری تسلی تو خدا کے فضل سے ہوگئی ہے۔ اس کے بعد مولوی صاحبؓ نے وہ مرسلہ رسائل جو حضور اقدس نے قادیان سے میرے نام ارسال فرمائے تھے پڑھنا شروع کر دیئے۔ ان رسالوں کے مطالعہ سے مولوی صاحبؓ کو تو اسوقت فائدہ ہوا یا نہیں مگر مجھے ان کے مطالعہ سے یوں معلوم ہوا کہ جیسے میں ایک تاریک دنیا سے نکل کر روشنی کے عالم میں آگیا ہوں۔

آخر مولوی صاحبؓ کو بھی خدا تعالےٰ نے حضور اقدس کی کتابوں کے مطالعہ سے ہدایت بخشی اور آپ ۱۸۹۹ء میں میرے ساتھ حضور اقدس علیہ السلام کی دستی بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔

بارگاہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام اور ایک عجیب نشان

جب میں اور مولوی امام الدین صاحبؓ قادیان مقدس پہنچے اور مسجد مبارک پر جانے کے لئے اس کے اندرونی زینہ پر چڑھنے لگے تو میں وہیں کھڑے کھڑے حضور اقدس علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے کچھ نذرانہ کی رقم نکالنے لگ گیا اور مولوی صاحبؓ اتنی دیر میں مسجد کے اوپر بارگاہ نبوت میں جا پہنچے حضور اقدسؑ نے مولوی صاحبؓ کو مصافحہ کا شرف بخشتے ہی فرمایا:۔

"وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آرہا تھا اُس کو بلاؤ"

چنانچہ مولوی صاحبؓ واپس لوٹے اور زینہ پر آکر کہنے لگے میاں غلام رسول آپ کو حضرت صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ میں یہ سنتے ہی حضور کی خدمتِ عالیہ میں جا پہنچا اور جب معانقہ اور دیدار مسیح سے مشرف ہُوا تو اس وقت مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بے ساختہ حضورؑ کے قدموں پر گر گیا اور روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔ حضور انورؑ اس وقت نہایت ہی شفقت سے میرے سر اور میری پیٹھ پر دست مسیحائی پھیرتے جاتے تھے اور مجھے دلاسا دیئے جاتے تھے۔ جب میری طبیعت کچھ سنبھلی تو میں نے اپنے سر نیاز کو حضورؑ کے پائے عالی سے اُٹھایا اور مولوی امام الدین صاحبؓ اور بعض دیگر اصحاب کی معیت میں حضورؑ کے دست بیعت سے شاد کام ہُوا۔ اس دوران میں یہ عجیب واقعہ رونما ہُوا کہ حضور اقدس علیہ السلام نے مجھے دیکھے بغیر ہی اور مولوی امام الدین صاحبؓ سے بے پوچھے ہی یہ ارشاد فرمادیا کہ مولوی صاحب وہ لڑکا جو آپ کے پیچھے آرہا تھا اُس کو بلاؤ۔ یقیناً یہ بات حضور اقدس علیہ السلام کے متعلق لا نری بنور اللہ کی ایک دلیل ہے اور میرے لئے ایک نشان ہے۔ الحمد للہ الذی شرفنی بلقائہ ونورہ۔

قادیان مقدس سے واپسی

میں جب ۱۸۹۹ء میں حضور اقدس علیہ السلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوکر مولوی امام الدین صاحبؓ کے ہمراہ قادیان سے واپس لوٹا تو مولوی صاحبؓ موصوف اپنی ہمشیرہ سے ملنے کے لئے امرتسر اُتر گئے۔ اور میں سیدھا لاہور چلا آیا۔ یہاں پہنچکر مجھے عربی پڑھنے کا شوق پیدا ہُوا اور میں مدرسہ رحیمیہ کی مولوی کلاس میں داخل ہوگیا۔ ان دنوں مجھے ایک کتاب معرفتہ السلوک مل گئی جو میرے طبعی رجحان کے مطابق ہونے کی وجہ سے مجھے بہت پسند آئی اور اکثر میرے زیر مطالعہ رہتی۔ جس کی وجہ سے مجھے اس اسکول کے عام طلباء صوفی کے نام سے پکارنے لگ گئے میری تعلیم پر ابھی کوئی چھ ماہ کا عرصہ گذرا ہوگا کہ ہمارا اسکول موسمی تعطیلات کی وجہ سے بند ہوگیا اور میں سیدھا اپنے وطن مالوف چلا آیا۔

تبلیغ احمدیت اور فتوئ تکفیر!

وطن مالوف موضع راجیکی پہنچتے ہی خداوند کریم کی نوازشِ ازلی نے میرے اندر تبلیغ احمدیت کا ایسا بے پناہ جوش بھر دیا کہ میں شب و روز دیوانہ وار اپنوں اور بیگانوں کی محفل میں جاتا اور سلام و تسلیم کے بعد امام الزمان علیہ السلام کے آنے کی مبارکباد عرض کرتے ہوئے تبلیغ احمدیت شروع کر دیتا۔ جب گرد و نواح کے دیہات میں میری تبلیغ اور احمدی ہونے کا چرچا ہوا تو اکثر لوگ جو ہمارے خاندان کو پشتہا پشت سے ولیوں کا خاندان سمجھتے تھے مجھے اپنے خاندان کے لئے باعثِ ننگ خیال کرنے لگے اور میرے والد صاحب محترم اور میرے چچاؤں کی خدمت میں حاضر ہو کر میرے متعلق طعن و تشنیع شروع کر دی۔ میرے خاندان کے بزرگوں نے جب ان لوگوں کی باتوں کو سنا اور میرے عقائد کو اپنی آبائی وجاہت اور دنیوی عز کے منافی پایا تو مجھے خلوت و جلوت میں کوسنا شروع کر دیا آخر ہمارے ان بزرگوں اور دوسرے لوگوں کا یہ جذبۂ تنافر یہاں تک پہنچا کہ ایک روز یہ لوگ مولوی شیخ احمد ساکن دھریکاں تحصیل پھالیہ اور بعض دیگر علماء کو ہمارے گاؤں میں لے آئے۔ یہاں پہنچتے ہی ان علماء نے مجھے سینکڑوں آدمیوں کے مجمع میں بلایا اور احمدیت سے توبہ کرنے کے لئے کہا میری عمر اگرچہ اس وقت کوئی اٹھارہ اُنیس سال کے قریب ہوگی مگر اس روحانی جرأت کی وجہ سے جو محبوب ایزدی نے مجھے مرحمت فرمائی تھی میں نے ان مولویوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس بھرے مجمع میں جہاں ہمارے علاقہ کے زمیندار اور نمبردار اور ذیلدار وغیرہ جمع تھے ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے دلائل سنانے کی کوشش کی لیکن مولوی شیخ احمد اور اُن کے ہمراہیوں نے میرے دلائل کو سُننے کے بغیر ہی مجھے کافر ٹھیرا دیا اور یہ کہتے ہوئے کہ اس لڑکے نے ایک ایسے خاندان کو بٹہ لگایا ہے جس میں پُشتہا پُشت سے ولی پیدا ہوتے رہے ہیں اور جس کی بعض خواتین بھی صاحب کرامات و کشوف گذری ہیں۔ تمام لوگوں کا میرے ساتھ مقاطعہ کر دیا اس موقعہ پر میرے بڑے چچا حافظ برخوردار صاحب کے لڑکے حافظ

غلام حسین جو بڑے دبدبہ کے آدمی تھے کھڑے ہوئے اور میری حمایت کرتے ہوئے ان مولویوں اور ذیلداروں کو خوب ڈانٹا لوگوں نے جب اُن کی خاندانی عصبیت کو دیکھا تو خیال کیا کہ اب یہاں ضرور کوئی فساد ہوجائے گا اس لئے منتشر ہوکر ہمارے گاؤں سے چلے گئے۔

جب مولوی شیخ احمد میرے دلائل کو سُننے کے بغیر ہی اپنے گاؤں چلا گیا تو میں نے اُسے ایک عربی خط لکھا۔جس میں سید عبدالقادر صاحب جیلانی علیہ الرحمتہ بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ۔محی الدین صاحب ابن عربی علیہ الرحمتہ۔اور جنید صاحب بغدادی علیہ الرحمتہ وغیرہم بزرگوں کے مخالفین کے فتاوی تکفیر کی مثال دیکر سمجھایا کہ تم نے ہمارے معاملہ میں بھی یقیناً انہی مخالفین کی طرح ٹھوکر کھائی ہے اس کے جواب میں اس نے دو شعر فارسی کے لکھے اور پھر خاموش ہوگیا وہ اشعار یہ ہیں ؎

رفتی بہ بزم غیر نکو نامیٔ تو رفت ناموسِ صد قبیلہ بہیک خامیٔ تو رفت

اکنوں اگر فرشتہ بگویم تا چہ سود در شہر ہا حکایت بدنامیٔ تو رفت

"مولوی غلام رسول جوان صالح کراماتی"

اس فتویٔ تکفیر کے بعد مجھے لا الہ الا اللہ کی خالص توحید کا وہ سبق جو ہزار ہا مجاہدات اور ریاضتوں سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا ان علماء کی آشوب کاری اور رشتہ داروں کی بے اعتنائی نے پڑھا دیا اور وہ خدا جو صدیوں سے عنقا اور ہما کی طرح لوگوں کے وہم وگمان میں تھا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ نبوت کے توسط سے اپنی یقینی تجلیات کے ساتھ مجھ ذرہ حقیر پر ظاہر ہوا۔چنانچہ اس ابتدائی زمانہ میں جبکہ یہ علماء سوء گاؤں گاؤں میری کم علمی اور کفر کا چرچا کررہے تھے مجھے میرے خدا نے الہام کے ذریعہ سے یہ بشارت دی۔

"مولوی غلام رسول جوان صالح کراماتی"

چنانچہ اس الہام الٰہی کے بعد جہاں اللہ تعالےٰ نے مجھے بڑے بڑے مولویوں کے

ساتھ مباحثات کرنے میں نمایاں فتح دی ہے وہاں میرے ذریعہ سیدنا حضرت امام الزمان علیہ السلام کی برکت سے انذاری اور تبشیری کرامتوں کا اظہار بھی فرمایا ہے جن کا ایک زمانہ گواہ ہے۔

بعض انذاری و تبشیری کرامتوں کا ذکر

موضع گڈہو کا واقعہ

انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں ایک مرتبہ موضع گڈہو جو ہمارے گاؤں سے قریباً ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے گیا چونکہ اس گاؤں کے اکثر لوگ ہمارے خاندان کے حلقہ ارادت میں داخل تھے اس لئے میں نے یہاں کے بعض آدمیوں کو احمدیت کی تبلیغ کی اور واپسی پر اس موضع کی ایک مسجد کے برآمدہ میں اپنی ایک پنجابی نظم کے کچھ اشعار جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے متعلق تھے لکھ دیئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس موضع کا نمبردار چوہدری اللہ بخش اس وقت کہیں مسجد میں طہارت کر رہا تھا اس نے مجھے مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دیکھ لیا۔ ادھر راستہ میں یہاں کے امام مسجد مولوی کلیم اللہ نے بھی مجھے دیکھا۔ جب یہ دونو آپس میں ملے تو انہوں نے میرے جنون احمدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے مسجد کے برآمدہ میں ان اشعار کو پڑھا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اب ہماری مسجد اس مرزائی نے پلید کر دی ہے یہ تجویز کیا کہ سات مضبوط جوانوں کو میرے پیچھے دوڑایا جائے جو میری مشکیں باندھ کر مجھے ان کے پاس لے آئیں اور پھر میرے ہاتھوں سے ہی میرے لکھے ہوئے اشعار کو مٹوا کر مجھے قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سات جوانوں کو میرے پیچھے دوڑا دیا۔ مگر اس زمانہ میں میں بہت تیز چلنے والا تھا اس لئے میں ان جوانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے گاؤں آ گیا اور وہ خائب و خاسر واپس

لوٹ گئے۔ دوسرے دن اسی گاؤں کا ایک باشندہ جو والد صاحب کا مرید تھا
اور ان لوگوں کے ارادوں سے واقف تھا صبح ہوتے ہی ان کی خدمت میں
حاضر ہؤا اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ والد صاحب نے اس کی باتیں سُنتے ہی مجھے
فرمایا کہ جب ان لوگوں کے تیرے متعلق ایسے ارادے ہیں تو احتیاط کرنی چاہیئے
میں نے جب یہ واقعہ اور محترم والد صاحب کا فرمان سُنا تو وضو کر کے نماز شروع
کر دی اور اپنے مولا کریم کے حضور عرض کیا کہ اے میرے مولا کریم کیا یہ لوگ
مجھے تیرے پیارے مسیح کی تبلیغ سے روک دیں گے اور کیا میں اس طرح تبلیغ کرنے
سے محروم رہوں گا۔ یہ دعا میں بڑے اضطراب اور قلق سے مانگ رہا تھا کہ مجھے
جاء نماز پر ہی غنودگی سی محسوس ہوئی اور میں سو گیا۔ سونے کے ساتھ ہی میرا غریب
نواز خدا مجھ سے ہمکلام ہؤا اور نہایت رافت و رحمت سے فرمانے لگا "وہ کون
ہے جو تجھے تبلیغ سے روکنے والا ہے الہ بخش نمبردار کو میں آج سے گیارہویں
دن قبر میں ڈال دوں گا"۔ صبح میں ناشتہ کرتے ہی موضع گڈھو پہنچا اور جاتے
ہی الہ بخش نمبردار کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا اس کے
لئے میں ایک الٰہی پیغام لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ الہ بخش آج سے گیارہویں دن
قبر میں ڈالا جائے گا۔ کہنے لگے وہ تو موضع لالہ چک جو گجرات سے مشرق کی طرف چند
کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے وہاں چلا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تم لوگ گواہ
رہنا کہ وہ گیارہویں دن قبر میں ڈال دیا جائے گا اور کوئی نہیں جو اس خدائی تقدیر
کو ٹال سکے۔ میرا یہ پیغام سنتے ہی اہلِ محفل پر ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اب وہ تقدیر
مبرم اس طرح ظہور میں آئی کہ چوہدری الہ بخش ذات الجنب اور خونی اسہالوں
سے لالہ چک میں بیمار ہو گیا۔ مرض چند دنوں میں ہی اتنا بڑھا کہ اسکے رشتہ دار اسے
لالہ چک سے اُٹھا کر گجرات کے ہسپتال میں لے گئے اور وہاں وہ ٹھیک گیارہویں
دن اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا اور اُسے اپنے وطن موضع گڈھو کا قبرستان
بھی نصیب نہ ہؤا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اس پیشگوئی کی اطلاع چونکہ موضع گڈھو
موضع سعد اللہ پور اور بعض دیگر دیہات کے آدمیوں کو پہلے سے پہنچا دی گئی تھی
اس کے عین وقت پر پورا ہونے سے اکثر لوگوں پر دہشت سی طاری ہو گئی۔ وہ

چند پنجابی اشعار جو میں نے مسجد کے برآمدہ میں لکھے تھے مندرجہ ذیل ہیں ؎

الف ۔ ایہہ جہان مکان فانی فانی نال محبتاں لائیے نہ
سر تے بولدی سٹ پئی کوچ والی فکر موت دا منوں بھلائیے نہ
دنیا خواب خیال مثال اینویں غافل ہو کے عمر گنوائیے نہ
نام رب دا دلاں دی کیمیا اے یاد رب دی دلوں بھلائیے نہ

ب ۔ بخت جاگے دلاں ستیاں دے جدوں پک مہدی وچ جہاں آئے
سر تے بنہ دستار رسول والی ساڈے ستڑے بھاگ جگاں آئے
ہوئے باغ محمدی فیر تازے مالی خاص جہاں وچ بستان آئے
دور پرتیا فیر اسلام والا جس وچ آخری شاہ دوران آئے

ت ۔ تاج مہدی سب دا لیاندے ملے جہن رسولاں دی شان آئے
قسم رب دی ایہو امام مہدی جیہڑے قادیان وچ سلطان آئے
منن بد نصیب نہ اونہاں تائیں غالب جنہاں تے نفس شیطان آئے
منن والیاں رب رسول راضی اتے منکراں بہت زیاں پائے

خلاصہ ترجمہ اشعار پنجابی :۔

(۱) یہ دنیا فنا ہونے والا مقام ہے اس سے محبت نہیں لگانی چاہیئے۔

(۲) کوچ کا نقارہ ہر وقت بج رہا ہے اس لئے موت کا فکر دل سے فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

(۳) دنیا کی ہر چیز محض خیال اور مثال ہے اس لئے غفلت میں عمر کو ضائع نہ کیا جائے۔

(۴) خدا تعالےٰ کا ذکر ہی دلوں کے لئے کیمیا ہے اس لئے اس محسن حقیقی کی یاد سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔

(۵) سوئے ہوئے لوگوں کے خفتہ بخت بیدار ہو گئے جب مہدی دوران اس جہان میں مبعوث ہوئے۔

(۶) آپ نبیوں کا درجہ حاصل کر کے ہمارے سوئے ہوئے نصیبوں کو بیدار کرنے کے لئے آئے ہیں۔

(۷) امت محمدیہ کا باغ خاص باغباں کی آمد سے تر و تازہ ہو گیا ہے۔

(۸) اسلام کی تر و تازگی کا دور پھر لوٹ آیا ہے کیونکہ اس میں آخری روحانی بادشاہ کی آمد ہوئی ہے۔

(۹) مہدی دوران تمام اولیائے اُمت کے سرتاج ہیں اور تمام رسولوں کے لباسوں میں مبعوث ہوئے ہیں۔

(۱۰) خدا کی قسم جو قادیان میں روحانی بادشاہ بن کر آئے ہیں وہی امام مہدی ہیں۔

(۱۱) جو بدنصیب ہیں اور ان پر نفسانی اور شیطانی خواہشیں غالب ہیں وہ ان کو قبول نہیں کرتے۔

(۱۲) جو امام مہدی کو مانتے ہیں ان پر خدا اور اس کا رسول راضی ہے لیکن جو منکر ہیں وہ سخت خسارہ میں ہیں۔

موضع دُھدَہا کا واقعہ

ایسا ہی موضع دُھدرہا میں جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب مغرب ایک کوس کے فاصلہ پر واقع ہے جب میں تبلیغ کے لئے جاتا تو وہاں کا ملاں محمد عالم لوگوں کو میری باتیں سننے سے روکتا اور اس فتوے کفر کی جو مجھ پر لگایا گیا تھا جا بجا تشہیر کرتا آخر اس نے موضع مذکور کے ایک مضبوط نوجوان جیون خاں نامی کو جس کا گھرانہ جتھے کے لحاظ سے بھی گاؤں کے تمام زمینداروں پر غالب تھا میرے خلاف ایسا بھڑکایا کہ وہ میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھے پیغام بھجوایا کہ اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو ہمارے گاؤں کا رُخ نہ کرنا ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ میں نے جب یہ پیغام سُنا تو دعا کے لئے نماز میں کھڑا ہو گیا اور خدا کے حضور گڑ گڑا کر دعا کی تب اللہ تعالیٰ نے جیون خاں اور ملاں محمد عالم کے متعلق مجھے الہاماً بتایا کہ:۔

تبت یدا ابی لھب و تب ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔

اس القاءِ ربانی کے بعد مجھے دوسرے دن ہی اطلاع ملی کہ جیون خاں شدید قولنج میں مبتلا ہو گیا ہے اور ملاں محمد عالم ایک بداخلاقی کی بناء پر مسجد کی امامت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ پھر قولنج کے دورہ کی وجہ سے جیون خاں کی حالت تو یہاں تک پہنچی کہ چند دنوں کے اندر وہ قوی ہیکل جوان مشتِ استخوان ہو کر رہ گیا۔ اور اس کے گھر والے جب ہر طرح کی چارہ جوئی کر کے اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے تو اس نے کہا کہ میرے اندر یہ وہی کلہاڑیاں اور چھریاں چل رہی ہیں جن کے متعلق میں نے میاں غلام رسول راجیکی والے کو پیغام دیا تھا۔ اگر تم میری زندگی چاہتے ہو تو خدا کے لئے اُسے راضی کرو اور میرا گناہ معاف کراؤ ورنہ کوئی صورت میرے بچنے کی نہیں۔ آخر اس کے نو دس رشتہ دار باوجود ملاں محمد عالم کے روکنے کے ہمارے گاؤں کے نمبردار کے پاس آئے اور اُسے میرے راضی کرنے کے لئے کہا اس نے جواب دیا کہ میاں صاحب اگرچہ ہماری برادری کے آدمی ہیں مگر ان کے گھرانے کی بزرگی کی وجہ سے آج تک ہمارا کوئی فرد ان کی چارپائی پر بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں اس قسم کی باتوں میں ان کی کوئی بے ادبی ہو جائے۔ بالآخر وہ ہمارے نمبردار کو لے کر میرے والد صاحب محترم اور میرے چچا میاں علم الدین صاحب اور حافظ نظام الدین صاحب کے ہمراہ میرے پاس آئے اور اپنے سروں سے پگڑیاں اتار کر میرے پاؤں پر رکھدیں اور چیخیں مار مار کر رونے لگے اور کہنے لگے اب یہ پگڑیاں آپ ہمارے سر پر رکھیں گے تو ہم جائینگے ورنہ یہ آپ کے قدموں پر ہی دھری رہینگی ان کی اس حالت کو دیکھ کر میرے والد صاحب اور میرے چچوں نے ان کو معاف کرنے کی سفارش کی جسے بالآخر میں مان کر اپنے بزرگوں کی معیت میں ان لوگوں کے ساتھ دمعدر رہا پہنچا۔ جیون خاں نے جب مجھے آتے ہوئے دیکھا تو میری توبہ میری توبہ کہتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور رونا رونا اور چلایا کہ اس کی اس گریہ زاری سے اس کے تمام گھر والوں نے بھی رونا اور پیٹنا شروع کر دیا۔ اسوقت عجیب بات یہ ہوئی کہ وہ جیون خاں جسے علاقہ کے طبیب لاعلاج سمجھ کر چھوڑ گئے تھے ہمارے پہنچتے ہی افاقہ محسوس کرنے لگا اور جب تک ہم وہاں بیٹھے رہے وہ آرام سے پڑا رہا مگر جب ہم اپنے گاؤں کی طرف لوٹے تو پھر کچھ دیر کے بعد اس کے درد و کرب کی وہی

حالت ہو گئی جس کی وجہ سے پھر اس کے رشتہ داروں نے مجھے بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ ازاں بعد میں والد صاحب اور اپنے بچوں کے فرمانے پر اس آدمی کے ہمراہ جیون خاں کے گھر چلا آیا۔ یہاں پہنچتے ہی اس گھر کی تمام عورتوں اور مردوں نے نہایت منت و زاری سے مجھے کہا کہ جب تک جیون خاں کو صحت نہ ہو جائے آپ ہمارے گھر ہی تشریف رکھیں اور اپنے گاؤں نہ جائیں۔ ادھر ملاں محمد عالم اور اسکے ہمنواؤں نے جب میری دوبارہ آمد کی خبر سنی تو جا بجا اس بات کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیا کہ وہ مریض جسے علاقہ بھر کے اچھے اچھے طبیب لا علاج بتا چکے ہیں اور اب لب گور پڑا ہوا ہے یہ مرزائی اسے کیا صحت بخشے گا۔

یہ باتیں جب میرے کانوں میں پہنچیں تو میں نے جوشِ غیرت کے ساتھ خدا کے حضور جیون خاں کی صحت کے لئے نہایت الحاح اور توجہ سے دعا شروع کر دی۔ چنانچہ ابھی ہفتہ عشرہ بھی نہیں گذرا تھا کہ جیون خاں کو خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اعجازی برکتوں کی وجہ سے دوبارہ زندگی عطا فرما دی اور وہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔ اس کرشمۂ قدرت کا ظاہر ہونا تھا کہ اس گاؤں کے علاوہ گرد و نواح کے اکثر لوگ بھی حیرت زدہ ہو گئے اور جا بجا اس بات کا چرچا کرنے لگ گئے کہ آخر مرزا صاحب کوئی بہت بڑی ہستی ہیں جن کے مریدوں کی دعا میں اتنا اثر پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے جلالی و قہری ہاتھ نے ملاں محمد عالم کو پکڑا اور اس کی روسیاہی اور رسوائی کے بعد اسے ایسے بھیانک مرض میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم کا آدھا طولانی حصہ بالکل سیاہ ہو گیا اور وہ اسی مرض میں اس جہان سے کوچ کر گیا ؎

انّ السموم لشرّ ما فی العالم
شرّ السموم عداوۃ الصلحاء

موضع جاموں بولا کا واقعہ

موضع جاموں بولا جو ہمارے گاؤں سے جانبِ شمال دو کوس کے فاصلہ پر

واقع ہے وہاں کے اکثر زمیندار ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ جب انہوں نے جیون خاں ساکن وصدرہا کی معجزانہ بیماری اور معجزانہ صحت یابی کا حال سنا تو ان میں سے خان محمد زمیندار میرے والد صاحب بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہؤا اور عرض کیا کہ میرا چھوٹا بھائی جان محمد عرصہ سے تپ دق کے عارضہ میں مبتلا ہے آپ از راہِ نوازش میاں غلام رسول صاحب سے فرمائیں کہ وہ کچھ روز ہمارے گھر پر ٹھیریں اور جان محمدؐ کے لئے دعا کریں تاکہ اللہ تعالےٰ اسے بھی صحت عطا فرمادے۔ چنانچہ اس کی اس درخواست پر والد صاحب کے ارشاد کے ماتحت میں ان کے یہاں چلا آیا اور آتے ہی وضو کر کے نماز میں اس کے بھائی کے لئے دعا شروع کر دی۔ سلام پھیرتے ہی میں نے ان سے دریافت کیا کہ اب جان محمدؐ کی حالت کیسی ہے۔ گھر والوں نے جواب دیا کہ بخار بالکل اُتر گیا ہے اور کچھ بھوک بھی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد چند دنوں کے اندر ہی اس کے نحیف و ناتواں جسم میں اتنی طاقت آگئی کہ وہ چلنے پھرنے لگ گیا۔ اس نشان کو دیکھ کر اگرچہ ان لوگوں کے اندر احمدیت کے متعلق کچھ حسنِ ظنی پیدا ہوئی مگر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حلقہ بیعت میں کوئی شخص نہ آیا جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے فرمایا کہ اس مریض کو جو صحت دی گئی ہے وہ ان لوگوں پر اتمام حجت کی غرض سے ہے اور اگر انہوں نے احمدیت کو قبول نہ کیا تو یہ مریض اسی شعبان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کی درمیانی شب قبر میں ڈالا جائے گا۔ چنانچہ میں نے بیدار ہوتے ہی قلم اور دوات منگوائی اور یہ الہام الہٰی ایک کاغذ پر لکھا اور اسی گاؤں کے بعض غیر احمدیوں کو دیدیا اور انہیں تلقین کی کہ اس پیشگوئی کو تعیین موت کے عرصہ سے پہلے ظاہر نہ کریں۔ اس کے بعد میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں قادیان چلا آیا اور یہیں رمضان مبارک کا مہینہ گذارا۔ خدا تعالےٰ کی حکمت ہے کہ جب جان محمدؐ بظاہر صحت یاب ہو گیا اور جا بجا اس معجزہ کا چرچا ہونے لگا تو اس مرض نے دوبارہ حملہ کیا اور وہ ٹھیک شعبان کی انیسویں رات اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد جب ان غیر احمدیوں نے میری تحریر لوگوں کے سامنے رکھی تو ان

کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مگر افسوس ہے کہ پھر بھی ان لوگوں نے احمدیت کو قبول نہ کیا ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

موضع سعداللہ پور کا واقعہ

موضع سعداللہ پور جو ہمارے گاؤں سے جانب جنوب کوئی تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں کے اکثر حنفی لوگ بھی ہمارے بزرگوں کے ارادتمند تھے۔ اس لئے میں کبھی کبھار اس موضع میں تبلیغ کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ اور ان لوگوں کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت سمجھانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس موضع میں مولوی غوث محمدؐ صاحب ایک اہلِ حدیث عالم تھے اور امرتسر کے غزنوی خاندان سے نسبت تلمذ رکھنے کی وجہ سے احمدیت کے سخت معاند اور مخالف تھے۔ میں نے ایک روز ان کی موجودگی میں ظہر کے وقت مسجد میں لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کی اور انہیں بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کچھ کتابیں اور رسالے مطالعہ کے لئے دیئے۔ جب انہیں اس تبلیغ اور حضور اقدس کی کتابوں سے یہ علم ہوا کہ میں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور امام مہدی تسلیم کرتا ہوں تو انہوں نے میرے حق میں بے تحاشا فحش گوئی شروع کر دی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات والا صفات کے متعلق بھی بہت گند اچھالا۔ میں نے انہیں بہتیرا سمجھایا کہ آپ جتنی گالیاں چاہیں مجھے دے لیں لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کی توہین نہ کریں مگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ آخر چار و ناچار میں تخلیہ میں جا کر سجدہ میں گر پڑا اور رو رو کر بارگاہِ ایزدی میں دعا مانگی اور رات کو بغیر کھانا کھائے ہی مسجد میں آکے سو گیا۔ جب سحری کے قریب وقت ہوا تو مولوی غوث محمد صاحب مسجد میں میرے پاس پہنچے اور معافی مانگتے ہوئے مجھے کہنے لگے۔ خدا کے لئے ابھی حضرت مرزا صاحب

کو میری بیعت کا خط لکھو ورنہ میں ابھی مر جاؤں گا اور دوزخ میں ڈالا جاؤں گا۔ میں نے جب ان کا احمدیت کی طرف رجوع دیکھا تو حیران ہو کر اس کی وجہ دریافت کی۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ قیامت کا دن ہے اور مجھے دوزخ میں ڈالے جانے کا حکم صادر ہوا ہے اور اس کی تعمیل کرانے کے لئے میرے پاس بڑی بھیانک شکل کے فرشتے آئے ہیں۔ اور ان کے پاس آگ کی بنی ہوئی اتنی بڑی بڑی گرزیں ہیں جو بلندی میں آسمان تک پہنچتی ہیں۔ انہوں نے مجھے پکڑا ہے اور کہتے ہیں کہ تم نے مسیح موعود اور امام زمانہ کی شان میں گستاخی کی ہے اس لئے اب دوزخ کی طرف چلو اور اس کی سزا بھگتو۔ میں نے ڈرتے ہوئے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ میں توبہ کرتا ہوں آپ مجھے چھوڑ دیجئے۔ اُنہوں نے کہا اب توبہ کرتا ہے اور مجھے مارنے کے لئے اپنا گرز اُٹھایا جس کی دہشت سے میں بیدار ہو گیا اور اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ خدا کے لئے آپ میرا قصور معاف فرمائیں اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں میری بیعت کا خط لکھدیں۔ چنانچہ اس خواب کی بناء پر آپ احمدی ہو گئے اور اس کے بعد ہم دونو کی تبلیغ سے اس گاؤں کے بیسیوں مرد اور عورتیں سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

الٰہی بشارت اور موضع خوجیانوالی کا واقعہ

انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں نے رویا میں دیکھا کہ موضع راجیکی میں ہمارے مکان کی چھت پر اللہ تعالےٰ میری والدہ ماجدہ کے تمثل میں جلوہ فرما ہے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

اس بشارت الٰہی کے بعد موضع پادشہانی ضلع جہلم کا مولوی احمد دین جو احمدیوں کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلانے میں حد درجہ زبان شرر رکھتا تھا موضع خوجیانوالی جو ہمارے گاؤں سے تقریباً چار کوس کے فاصلہ پر واقع ہے آیا اور آتے ہی اس نے

اپنی تقریر میں کہا کہ جن دیہات میں مرزائی پائے جاتے ہیں وہ اس کنوئیں کی طرح ہیں جس میں خنزیر پڑا ہؤا ہو۔ پس اگر گاؤں والے گاؤں کو اور اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتے ہیں تو ان مرزائیوں کو باہر نکال دیں۔ اس قسم کی تقریروں کا سلسلہ جب کچھ روز جاری رہا تو لوگوں میں ہر طرف ہماری عداوت کے شعلے بھڑک اُٹھے اور ایک جمعہ کے دن جبکہ لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے باہر سے بھی آئے ہوئے تھے اور اس طرح سے موضع خوجیانوالی میں گرد و نواح کے ہزارہا لوگوں کا اجتماع ہو گیا تھا۔ اس مولوی نے لوگوں کو احمدیوں کے خلاف بہت اشتعال دلایا۔ میں ان دنوں چونکہ تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور موضع ہیلاں تحصیل پھالیہ گیا ہؤا تھا۔ اس لئے میرے بعد احمدی احباب اس مولوی کی فتنہ پردازیوں سے سخت خائف ہو گئے۔ آخر بعض مولویوں کے یقین دلانے پر کہ مرزائیوں میں سے کوئی بھی مجمع میں تقریر کرنے کی جرأت نہیں رکھتا۔ جب مولوی احمد دین نے ہمارے احمدیوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا تو اس علاقہ کے احمدیوں میں سے مولوی امام الدین صاحبؓ اور مولوی غوث محمد صاحبؓ وغیرہما نے ہمارے چوہدری مولا داد وڑائچ احمدی مراکن لنگر کو میرے بلانے کے لئے موضع ہیلاں بھیجا۔ چنانچہ میں اطلاع پاتے ہی گھوڑی پر سوار ہو کر موضع خوجیانوالی پہنچ گیا۔ اور آتے ہی ایک عربی خط لکھ کر مولوی احمد دین کے پاس بھیجا۔ جسے وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے پڑھنے سے قاصر رہا اور جیب میں ڈالتے ہوئے میری طرف پیغام بھیجا کہ آپ یہاں آکر منبر پر چڑھ کر تقریر کریں۔ چنانچہ میں مع احباب وہاں پہنچتے ہی منبر کے قریب گیا اور اُسے کہا کہ آپ منبر سے نیچے اتریں میں تقریر کرتا ہوں تو اس نے انکار کیا اور کہا کہ رسول کی منبر پر میں کافر کو تقریر نہیں کرنے دوں گا۔ اور اس طرح اس نے مجھے تقریر کرنے سے روک دیا۔ اور حضور اقدس علیہ السلام کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر انا انزلناہ قریبًا من القادیان کے الہام پر اعتراضات شروع کر دیئے اور اس کی جہالت کا نمونہ یہ تھا کہ لفظ دائیں کو دائین بنون موقوف پڑھا جب میں نے جوابات دے کر لوگوں پر اس کی بے علمی کو واضح کیا۔ تو اس نے اپنی خفت مٹانے کے لئے مجھے ایک تھپیڑ مارا جو میرے منہ کی بجائے میرے عمامہ پر لگا اور وہ میرے سر سے کچھ سرک گیا۔ اس بدتمیزی کو دیکھ کر حاضرین میں سے چوہدری جان محمد نمبردار وڑائچ اور

چوہدری ہست خاں مانگٹ اُٹھے اور اس مولوی کو بہت ہی ڈانٹا اور ملامت کی اور جتنا مجمع تھا منتشر ہوگیا۔ اس موقعہ پر خدا تعالےٰ کے فضل سے چند منٹوں ہی میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام اور دعویٰ کا اعلان ہزار ہا لوگوں تک پہنچ گیا۔ اور اس مولوی کی بے علمی اور بدتمیزی واضح ہوگئی۔ دوسرے دن جب مجھے معلوم ہؤا کہ مولوی احمد دین ابھی اسی گاؤں کی ایک مسجد میں ہے تو میں نے یہاں کے نمبردار چوہدری جان محمدؐ کو کہا کہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کو قرآن مجید اور احادیث اور اسلام کی رُو سے تسلیم کرکے اپنی ساری قوم اور آپ لوگوں سے مذہب کی بنار پر علیحدہ ہؤا ہوں۔ اس لئے بہتر ہے کہ آپ لوگ مولوی احمدؐ دین کو بلا کر میرے ساتھ گفتگو کرائیں تاکہ جس شخص کے پاس بھی سچائی ہے لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ چوہدری جان محمدؐ نے کہا بات تو معقول ہے۔ ہم ابھی مولوی احمدؐ دین کو کہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے جب مولوی احمدؐ دین کو میرا یہ پیغام سُنایا تو وہ کہنے لگا مجھے معلوم ہؤا ہے کہ اس موضع کے تمام زمیندار مولوی غلام رسول راجیکی کی قوم کے لوگ ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ یہاں کوئی فساد نہ ہو جائے۔ میں نے کہلا بھیجا کہ مولوی احمدؐ دین جیسا بھی چاہیں اپنے امن و تحفظ کے متعلق تسلی کریں مگر میرے ساتھ گفتگو ضرور کریں۔ اس کے بعد مولوی احمدؐ دین نے گھوڑی منگائی اور موضع گڈہو بھاگ گیا۔ جہاں چند روز کے قیام کے بعد لوگوں کو معلوم ہؤا کہ اُسے آتشک ہو گئی ہے۔ پھر وہاں سے وہ اپنے وطن ضلع جہلم چلا گیا۔ اور دوبارہ ہمارے علاقہ میں آنیکی اُسے جُرأت نہ ہوسکی۔ اور سُنا کہ وہ وہاں وطن میں جلد ہی مرگیا۔ اور دنیا میں اُسے رہنے کے لئے زیادہ مہلت نہ مل سکی۔ مولوی احمدؐ دین کی اس شکست فاش کو دیکھ کر بھی جب موضع خوجیانوالی کے لوگوں کی آنکھیں نہ کُھلیں تو میں نے چند روز موضع مذکور میں قیام کیا اور ان لوگوں کو سمجھایا۔ مگر پھر بھی ان لوگوں پر کوئی اثر نہ ہؤا تو میں نے رات خواب میں دیکھا کہ اس گاؤں پر طاعون نے ایسا حملہ کیا ہے کہ گھروں کے گھر ویران ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ابھی

کچھ دن ہی گذرے ہوں گے کہ اس خواب کی تعبیر وقوع میں آئی اور یہاں کے تقریباً گیارہ سو آدمی طاعون کا شکار ہو گئے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ گرد و نواح کے دیہات میں بالکل امن ہے اور یہاں ایک قیامت برپا ہے تو ان میں سراسیمگی پیدا ہوئی اور آپس میں کہنے لگے آخر اس عذاب کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس وقت ایک آدمی نے بتایا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ لوگ اس تباہی کے متعلق چہ میگوئیاں کر رہے ہیں تو ایک بزرگ انسان یا فرشتہ ظاہر ہوا ہے اور اس نے بتایا ہے کہ اس تباہی کا موجب وہ فقیر ہے جو خدا کے ایک بندے کو خدا کا حکم سناتے ہوئے اس گاؤں میں مارا گیا تھا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

میرے گاؤں موضع راجیکے وڑائچاں کے بعض واقعات

گذشتہ رویا و کشوف میں سے ایک رویا جس میں گیارہ انبیاء علیہم السلام نے مجھے اندھے کنویں سے نکالا تھا اس کا بقیہ حصہ یہ ہے کہ میں نے کنویں میں سے نکلنے کے بعد جب دوسری جانب نظر اٹھائی تو گیارہ آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو انہی انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نے فرمایا کہ یہ لوگ یوسف کے گیارہ بھائی ہیں۔ مذکورہ بالا رویاء کے اس حصہ کی تعبیر جو بعد میں ظاہر ہوئی یہ تھی کہ میرے احمدی ہونے کے بعد میرے جد امجد حضرت میاں نور صاحب چنابی علیہ الرحمتہ کی اولاد کے گیارہ گھرانے جو اس وقت موجود تھے انہی کے بعض افراد یوسف کے بھائیوں کی طرح میری مخالفت و عداوت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور دور دور سے علماء کو بلا کر میری تکفیر کا موجب ہوتے۔ پھر یہ بغض و عناد یہاں تک پہنچا کہ میرے ان قرابتداروں میں سے بعض نے مجھ پر نقضِ امن اور اقدام قتل کا جھوٹا الزام لگا کر عدالت میں

دعوے دائر کر دیا۔ مگر وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اور وہ خدا جس کی رضا کے لئے میں نے ان لوگوں کے مسلک کو چھوڑا تھا وہ میری فریاد رسی کے لئے پہنچا اور ان کے منصوبوں کو اس نے خاک میں ملا دیا مگر افسوس صد افسوس کہ پھر بھی ہمارے بعض قریبی رشتہ داروں اور ہمارے گاؤں کی وڑائچ برادری کو میرے سید و مولا حضرت مسیح قادیانی کی صداقت قبول کرنے کی توفیق نہ ملی۔ اور اکثر اس مائدہ آسمانی سے فائدہ اُٹھانے سے محروم رہ گئے۔

اعجاز نما واقعہ صداقت (قُم باذن اللہ)

اسی زمانہ میں جبکہ میں اپنے گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ کیا کرتا تھا۔ بعض بڑی عمر کے بوڑھے مجھے کہا کرتے تھے کہ تم تو بچے ہو اگر مرزا صاحب کے دعوے میں کوئی صداقت ہوتی تو آپ کے تایا حضرت میاں علم الدین صاحب جو اس زمانہ کے غوث اور قطب ہیں اور چالیس سیپارے قرآن مجید کے ہر روز پڑھتے ہیں اور صاحب مکاشفات ہونے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضوری بھی ہیں وہ نہ مرزا صاحب کے دعوے کو تسلیم کر لیتے۔ میں انہیں اس قسم کے عذرات لنگ پر بہتیرا سمجھاتا مگر وہ ایک وقت تک یہی رٹ لگاتے رہے آخر میں نے انہیں کہا کہ بتاؤ اگر حضرت میاں صاحب میرے سید و مولا حضرت مسیح قادیانی علیہ السلام کو نبی اور امام مہدی تسلیم کریں تو کیا تم لوگ ان پر بدگمانی کرتے ہوئے حضور اقدس علیہ السلام کی بیعت سے انحراف تو نہیں کرو گے۔ اس وقت ان لوگوں میں سے بعض نے جواب دیا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں صاحب مرزا صاحب پر ایمان لے آئیں اور ہمارا سارا علاقہ اُن کے پیچھے ایمان نہ لائے۔ احمدیت کے متعلق ان کی یہ آمادگی دیکھ کر میں نے حضرت تایا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست

کی کہ آپ حضور اقدس علیہ السلام کی صداقت کے متعلق دعا کریں اور استخارہ بھی فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے میری درخواست پر استخارہ شروع کردیا اور میں نے آپ کے لئے دعا شروع کردی۔ مجھے دعا کرتے ہوئے ابھی چند روز ہی گذرے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گاؤں سے شمال کی جانب بہت سے لوگوں کا ہجوم ہے۔ جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چارپائی پر حضرت میاں علم الدین صاحب کی لاش پڑی ہوئی ہے اور لوگ اس کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوئے کھڑے ہیں ان لوگوں نے جب مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ ہمیشہ مرزا صاحب کے متعلق کہا کرتے ہیں کہ وہ امام مہدی اور مسیح موعود ہیں اگر واقعی وہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو آپ کوئی نشان دکھائیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ کیسا نشان دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ میّت جو ہمارے سامنے پڑی ہے اسے آپ زندہ کردیں۔ چنانچہ میں نے اسی وقت لاش کے سامنے کھڑے ہوکر نہایت جلال سے کہا:۔

قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ

میرا یہ کہنا تھا کہ حضرت میاں صاحب زندہ ہوکر بیٹھ گئے اور مجھے دیکھتے ہی السلام علیکم کہا۔

جب میں بیدار ہوا تو مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت میاں صاحب کو خدا تعالےٰ ضرور حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لانے کی سعادت نصیب کرے گا اور ایک نئی زندگی مرحمت فرمائے گا۔

اتفاق کی بات ہے کہ میں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا لوگوں کو تبلیغ کررہا تھا اور وہ اپنے سابقہ دستور کے مطابق حضرت میاں صاحب ممدوح کی آڑے رہے تھے کہ اچانک آپ میری تلاش میں ادھر آنکلے اور دریافت فرمایا کہ میاں غلام رسول یہاں ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں حاضر ہوں ارشاد فرمایئے۔ فرمانے لگے:۔

"مجھے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے اس بات کا نہایت صفائی

کے ساتھ علم دیا گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا تعالےٰ کے سچے مامور اور امام مہدی اور مسیح موعود ہیں۔ اور آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں ''

پھر آپ نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میری بیعت کا خط حضرت صاحب کی خدمت میں لکھدیں۔ حضرت میاں صاحب کے ارشاد گرامی کے بعد جب ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ بتاؤ اب تمہاری کیا مرضی ہے۔ تو اسی وقت بعض بدبختوں نے کہا کہ شیطان نے بلعم باعور ایسے ولی کا ایمان چھین لیا تھا حضرت میاں علم الدین صاحب کس شمار میں ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت میاں صاحب موصوف کی بیعت کا خط لکھ دیا اور وہ بزرگ جو لوگوں کے زعم میں اپنے زمانہ کا غوث تھا حضور اقدس علیہ السلام کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد خدا تعالےٰ کے فضل سے میرے والد بزرگوار کے چھوٹے بھائی حضرت حافظ نظام الدین صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی یکے بعد دیگرے قادیان بھی تشریف لے گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دستی بیعت سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ہمارے ان بزرگوں کی بیعت سے پہلے میرے ایک عم زاد بھائی میاں غلام حیدر صاحب جو میرے شاگرد بھی تھے احمدی ہو چکے تھے۔ اگرچہ ان کی احمدیت پر ہماری برادری کے لوگ ہمیشہ انہیں گزند پہنچایا کرتے تھے اور اُن کی فصلیں وغیرہ کاٹ لیتے یا ان کے کھیتوں میں اپنے مویشی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ مگر یہ صالح نوجوان عمر بھر احمدیت کا فدائی اور جاں نثار رہا۔ افسوس ہے کہ اس کی عمر نے زیادہ عرصہ وفا نہ کی اور وہ ۱۳۲۲ھ میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ ایسا ہی عموی صاحب حضرت حافظ نظام الدین صاحب بھی جلد ہی ۱۳۱۷ھ ہجری میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ ان کی فوتیدگی پر بعض لوگوں کو منذر خوابیں آئی تھیں اور میں نے بھی خواب میں دیکھا تھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے گاؤں میں تشریف لائے ہیں اور حضور کے ساتھ ایک

جماعت ہے۔ میں نے حاضر ہو کر جب تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو حضور اقدسؑ نے فرمایا کہ ہم حافظ نظام الدین صاحب کا جنازہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت حافظ نظام الدین صاحب رضی اللّٰہ عنہ کی اولاد میں خدا تعالےٰ نے عزیز القدر میاں غلام علی صاحبؓ سابق صدر جماعت احمدیہ سعد اللّٰہ پور کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحابیت سے نوازا اور وہ اپنے بزرگ اور خدا یاد والد کے نعم الخلف ثابت ہوئے۔
اب تو وہ تقریباً تین سال کا عرصہ ہؤا فوت ہو چکے ہیں مگر آپ حین حیات تک تقویٰ و طہارت اور احمدیت میں نمونہ کے انسان تھے۔ اپنی زندگی کا اکثر حصّہ محکمۂ تعلیم کی ملازمت کے سلسلہ میں موضع سعد اللّٰہ پور میں ہی گذارا ہے مگر کبھی کبھار آپ اپنی زمین کی بٹائی کے لئے یا تبلیغ کی غرض سے موضع راجیکی بھی تشریف لے جاتے تھے۔ اور یہ انہی کا حوصلہ تھا کہ وہ راجیکی ایسی سنگلاخ زمین میں خدائی پیغام سنانے سے کبھی نہ ہچکچاتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے سب سے بڑے چچا حافظ برخوردار صاحب کے بڑے بیٹے حافظ غلام حسین صاحب نے اُنہیں احمدیت کی تبلیغ پر مارا بھی تھا۔ مگر آپ نے اس توہین کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور جیتے جی احمدیت کی تبلیغ سے نہ رُکے۔ خدا تعالےٰ ان کی روح پر ازلی و ابدی رحمتیں نازل کرے اور ان کی اولاد کو دینی و دنیاوی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے۔ آمین۔

الٰہی تصدیق

عزیزم میاں غلام علی صاحب رضی اللّٰہ عنہ کے تذکرہ میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب میاں صاحب موصوف بھی احمدی ہو گئے تو ہم دونوں نے مل کر متعدد طور پر تبلیغ شروع کر دی جس کی وجہ سے عام لوگ ہمیں بُرا بھلا کہتے تھے۔ چنانچہ ایک روز بعض لوگوں نے ہمارے گاؤں کے ایک بااثر آدمی حاکم الدین ملد کھنجر کے پاس ہماری بُرائی کرتے ہوئے کہا کہ ان مرزائیوں نے ہمارے گاؤں کو

اور اپنے بزرگوں کو بدنام کر دیا ہے۔ اس نے جب ان خرافات کو سُنا تو رات خواب میں دیکھا کہ ہمارے گذشتہ بزرگوں میں سے ایک بزرگ اسے ملے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اُنہیں (احمدیوں کو) کیوں بُرا کہتے ہیں در اصل مومن تو یہی ہیں۔ اس خواب کے بعد حاکم الدین نے مرنے تک اپنی زبان سے کوئی بُرا کلمہ احمدیوں کے متعلق نہ نکالا۔ مگر احمدیت سے پھر بھی محروم اور بے نصیب رہا۔

اس جگہ یہ بتا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میرے دادا صاحب مرحوم حضرت میاں پیر بخش صاحب کے پانچ صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے حافظ برخوردار صاحب اور ان سے چھوٹے میاں علم الدین صاحب اور ان سے چھوٹے میرے والد میاں کرم الدین صاحب اور ان سے چھوٹے میاں شمس الدین صاحب اور ان سے چھوٹے حافظ نظام الدین صاحب تھے۔ ان میں سے حافظ برخوردار صاحب اور میاں شمس الدین صاحب تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ رسالت پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے اور حضرت میاں علم الدین صاحب اور حضرت حافظ نظام الدین صاحب رضی اللہ عنہم حضور اقدس پر ایمان لے آئے تھے اور حضورؑ کے صحابہؓ میں داخل تھے۔ ان میں سے میرے والد صاحب مرحوم اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ بیعت میں داخل نہیں ہوئے مگر نمازیں عموماً ہمارے ساتھ ہی پڑھا کرتے تھے اور غیر احمدیوں کے اعتراضوں اور مخالفت کے موقعہ پر بھی وہ ہمیشہ ہماری ہی تائید کیا کرتے تھے۔ خدا تعالےٰ ان کی رُوح پر نظر ترحم فرمائے اور ان کی تائید اور تصدیق کو ان کی مغفرت کا باعث اور جنت الفردوس کا موجب بنا دے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

ایسا ہی میری والدہ ماجدہ بھی باوجود اپنی بے حد سادگی کے میرے والد صاحب کی طرح حضرت اقدسؑ کی مصدق تھیں اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور سلسلہ حقہ کے بارہ میں کبھی کوئی استخفاف کا کلمہ اُن کی زبان سے نہ

نکلا تھا۔ بلکہ اس زمانہ میں جب کبھی میں بیمار ہو جاتا تھا تو وہ غائبانہ طور سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کرتی تھیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب جی! ہے بھاگی بھریا میرے پُتر لیئے دعا کرو ایہہ چھیتی وَل ہو دے۔ یعنی مرزا صاحب میرے بیٹے کے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالےٰ اسے جلدی صحت عطا فرمائے۔

مجھے افسوس ہے کہ یہ دونو شفیق ہستیاں میری غریب الوطنی کے زمانہ میں ہی اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئیں۔ اور میں آخری لمحات میں ان کی کوئی خدمت نہ کر سکا۔

میرے والد بزرگوار میرے بچپن کے زمانہ میں مجھے گود میں بٹھا کر اکثر یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ اے میرے مولا کریم میرے اس بچے کو اپنا عشق اور محبت عطا کر اور اسے غوث اور قطب بنا دے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے احمدی ہونے اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں شامل ہونے میں والد صاحب مرحوم کی یہ دعائیں بھی میرے لئے مؤثر ثابت ہوئی ہیں۔ خدا تعالےٰ اُن کو ان دعوات خاصہ کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین۔

پھر باوجودیکہ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے مفلس تھے۔ اور آپ کا جدی زمین کی آمد کے علاوہ کوئی اور خاص ذریعہ معاش نہیں تھا۔ لیکن ہمیں علم پڑھانے کا انتہائی شوق رکھتے تھے۔ اور جب بھی ہم اسکول جانے سے گریز کرتے آپ ہمیں مناسب تلقین فرماتے تھے۔ آپ کے اس زمانہ کی حالت کے پیش نظر مجھے آجتک وہ شعر یاد ہیں جو آپ کبھی کبھی پڑھا کرتے تھے اور خداوند کریم کی عنایات کا شکریہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک شعر تو یہ ہے ؎

میں جیہاں بیکاراں نوں رب روزی دیوے وچ گھر دے
جے ہندا رزق کمائیاں اُتے میں جیہے رُل مردے

یعنی میرے ایسے بیکار لوگوں کو خداوند کریم گھر بیٹھے بٹھائے روزی پہنچا رہا ہے اگر کمانے پر روزی ہوتی تو میرے جیسے انسان دنیا میں بحالت بیکسی و بے لبسی ہی

مرجاتے۔ اسی طرح ایک شعر یہ ہے جو آپ اکثر اس وقت پڑھا کرتے تھے جبکہ آپ کے ارادتمند آپ کے پاس حاضر ہو کر دعا کی درخواست کیا کرتے تھے ؎

خلق وساہی تیری دِتے آسی خبر نہ کا
سن فریاد انہاندی ربّا دل دی آس پُجا

یعنی اے مولا کریم یہ مخلوق تیری ہی تحریک پر یہاں آئی ہے ہمیں تو کوئی خبر نہیں ہے۔ اب تو ہی ان کی فریاد رسی کر اور ان کی امیدوں کو پورا فرما۔

پھر قرآن مجید کے ساتھ تو آپ کو اتنا عشق تھا کہ زمیندارہ کام سے فارغ ہوتے ہی قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے تھے اور اگر کبھی پڑھتے پڑھتے بند آجاتی تو قرآن مجید کو اپنے سینہ سے لگا کر لیٹ جاتے تھے۔ اپنی زندگی کے آخری رمضان المبارک میں بھی آپ نے سات مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا تھا۔ خدا تعالےٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آمین۔ رب ارحمهما كما ربّياني صغيرا۔ آمین۔

کرشمۂ قدرت اور غیبی ضیافت

برادر عزیز میاں غلام حیدر صاحب رضی اللہ عنہ اور میں ایک دفعہ لاہور اپنے بعض رشتہ داروں سے ملنے کے لئے گئے۔ چند دنوں کے قیام کے بعد جب ہم نے گاؤں آنے کا ارادہ کیا تو ان لوگوں نے ازراہِ محبت یہ اصرار کیا کہ آپ ایک مہینہ اور ٹھیریں۔ مگر ہم دونو کی طبعیت کچھ ایسی اچاٹ ہوئی کہ ہم نے مزید ٹھیرنا گوارا نہ کیا اور اُن سے اپنا سامان اور دی ہوئی نقدی واپس مانگی۔ انہوں نے اِس خیال سے کہ اگر ہم انہیں سامان اور نقدی نہ دیں گے تو شاید یہ گاؤں جانے سے رُک جائیں ہمارا سامان ہمیں دینے سے انکار کر دیا۔ اور نقدی بھی نہ دی۔ لیکن ہم نے صبح کا ناشتہ کرتے ہی گاؤں لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور لاہور سے پیدل چل پڑے۔ نو ۹ پیسے ہمارے پاس تھے۔ دریائے راوی کے پتن پر آئے تو کشتی میں دو پیسے چراغی کے دے کر

دریا کو عبور کیا۔ چلتے چلاتے جب موضع کامونکے سے کوئی چار میل کے فاصلہ پر پہنچے تو سورج غروب ہو گیا۔ ادھر میاں غلام حیدر صاحب کو سفر کی تکان اور سردی کی شدت سے بخار سا محسوس ہونے لگا۔ پاس ہی ایک سکھوں کا گاؤں منیس نام تھا۔ ہم نے چاہا کہ رات وہاں بسر کر لیں مگر کوئی صورت نہ بنی۔ آخر افتاں و خیزاں رات کے دس بجے موضع کامونکے پہنچے اور وہاں ایک ویران مسجد میں قیام کے لئے ڈیرے ڈال دیئے۔ مسجد کا ایک ہی کمرہ تھا جس میں کچھ کسیر بچھی ہوئی تھی اور اس کے ایک گوشہ میں ایک مسافر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے میاں صاحب موصوف کو وہاں لٹا دیا اور اپنا کھیس اتار کر ان کے اوپر دے دیا اور خود باقی نقدی لے کر کھانا وغیرہ مہیا کرنے کے لئے بازار کی طرف چل پڑا۔ جب بازار پہنچا تو دیکھا کہ تمام دکانیں بند تھیں اور سارے گلی کوچے سنسان پڑے تھے۔ کوشش کے باوجود جب کوئی سبیل نہ بنی تو میں مسجد میں واپس آ گیا۔ دیکھا تو میاں غلام حیدر صاحب کا بخار بہت ہی تیز ہو چکا تھا۔ اب میں حیران ہوا کہ اس غریب الوطنی میں اگر خدانخواستہ میاں غلام حیدر کی حالت زیادہ خراب ہو گئی تو کیا ہو گا۔ یہ خیال کر کے میرا دل بھر آیا اور میں خدا کے حضور سجدہ میں گر گڑا کر خوب رویا اور بہت دعا کی۔ خدا کی قدرت ہے کہ دعا کے بعد جب میں ناک صاف کرنے کے لئے مسجد کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک اجنبی آدمی ایک ہاتھ میں گرم گرم روٹیوں اور حلوے کا ایک طشت اُٹھائے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں گوشت کے گرم گرم سالن کا پیالہ اُٹھائے ہوئے کھڑا ہے۔ میں اُسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ رات کے دو بجے کے قریب یہ شخص کھانا اُٹھائے ہوئے یہاں کیسے کھڑا ہے۔ خیر میں نے پوچھا کہ آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میں آپ ہی سے ملنا چاہتا ہوں آپ میرے ہاتھ سے یہ کھانے کے برتن لے لیں۔ میں نے پوچھا کہ کھانا کھانے کے بعد ان برتنوں کو کہاں رکھوں۔ کہنے لگا وہیں رکھ دینا۔ میں نے مسجد کے اندر آ کر جب اس کھانے میں سے کچھ میاں غلام حیدر کو کھلایا تو ان کی طبیعت سنبھل گئی اس کے بعد وہ کھانا میں نے بھی سیر ہو کر کھایا مگر پھر بھی ایک آدمی کا کھانا بچ گیا۔ وہ مسافر جو

ہمارے ساتھ مسجد میں لیٹا ہوا تھا اس نے کہا میں نے بھی ابھی تک کھانا نہیں
کھایا۔ چنانچہ وہ کھانا اسے دے دیا گیا اور اس نے بھی پیٹ بھر لیا تو اس کے
بعد ہم نے برتنوں کو وہیں ایک طرف رکھ دیا اور خود اس کمرہ کی کنڈی چڑھا کر
سو گئے۔ صبح دیکھا تو اس کمرہ کی زنجیر اسی طرح لگی ہوئی تھی اور وہ مسافر پڑا فراٹے
لے رہا تھا مگر وہ برتن غائب تھے۔ سچ ہے جو خدائے ذوالجلال نے حضرت مسیح پاک
کو فرمایا: "اگر تمام لوگ منہ پھیر لیں تو میں زمین کے نیچے سے یا آسمان کے اوپر سے مدد کر سکتا ہوں"

؎ کارسازِ ما بفکرِ کارِ ما   فکرِ ما در کارِ ما آزارِ ما

تائیدِ ایزدی

میری برادری میں سے میرے ایک چچا زاد بھائی میاں غلام احمدؒ تھے اُن
کی کچھ جائیداد موضع لنگہ ضلع گجرات میں بھی تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے ایک
تحریر کے کام کے لئے فرمائش کی جس کی تعمیل کے لئے میں ان کے ہمراہ موضع لنگہ
چلا آیا۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لئے میں دوپہر کا وقت اکثر ان کے دالان کے
پیچھے ایک کوٹھڑی میں گذارا کرتا تھا۔ ایک دن حسب معمول میں دوپہر کو اس کوٹھڑی
میں سو رہا تھا۔ میری آنکھ کھلی تو میں نے سُنا کہ غلام احمدؒ کی خالہ اور والدہ کہہ رہی
تھیں کہ اس رسوے (غلام رسول) کا ہمیں بڑا افسوس ہے کہ گاؤں گاؤں اور
گھر گھر میں لوگ اس کی برائی کرتے ہیں۔ اس نے تو مرزائی ہو کر ہمارے خاندان
کی ناک کاٹ دی ہے۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس روز برابر کی کوٹھڑی میں بھائی
غلام احمدؒ بھی سویا ہوا تھا اس نے بیدار ہوتے ہی اُن کی یہ مغلظات سنیں تو کہنے لگا
تم کیا بکواس کر رہی ہو۔ میں نے تو ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ
غلام رسول پر آسمان سے اتنا نور برس رہا ہے کہ اس نے چاروں
طرف سے اس کو گھیر لیا ہے۔
تمہیں کیا معلوم ہے کہ تم جسے بُرا سمجھتی ہو وہ خدا کے نزدیک بُرا نہ ہو۔
اتنے میں میں بھی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا اور ان کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا

رہا۔ مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ یہی میاں غلام احمد جس پر اللہ تعالیٰ نے رویا کے ذریعہ سے اتمام حجت کر دی تھی میرا اتنا مخالف اور دشمن ہو گیا کہ علماء کو بلا کر بھی احمدیت پر حملے کراتا اور مجھے ذلیل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا۔ آخر میرے مولا کریم نے میری نصرت کے لئے موضع راجیکی میں طاعون کے عذاب کو مسلط کیا اور غلام احمد اور اس کے ہمنواؤں کا صفایا کر دیا۔ وبائے طاعون کے دوران میں تقویٰ و طہارت کو اختیار کرنے کی بجائے جب ان لوگوں نے یہ منصوبہ سوچا کہ اگر کوئی احمدی مرجائے تو نہ اس کی قبر کھودی جائے اور نہ اسے اپنے قبرستان میں دفن ہونے دیا جائے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمارے مکان کے اوپر کھڑے ہیں اور حفاظت فرما رہے ہیں۔ چنانچہ ہمارا گھر تو حضور اقدس علیہ السلام کی برکت سے محفوظ رہا مگر ان بدخواہوں کے گھر طاعون سے ماتم کدے بن گئے۔ فضل من تذکر +

داورِ محشر

غلام احمد کے فوت ہو جانے کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت کا روز ہے اور اللہ تعالیٰ نہایت ہی جلال کے ساتھ عدالت کی کرسی پر جلوہ فرما ہے۔ اتنے میں غلام احمد کو اور مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور بلایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے غلام احمد سے پوچھا کہ تو نے مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کیوں کیا۔ کیا تجھے ان کے متعلق علم نہیں ہوا تھا۔ اس کے جواب میں غلام احمد نے کچھ عذر کیا تو میں نے کہا کہ کیا میں نے بار بار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور اور آمد کے متعلق اطلاع نہیں دی تھی۔ اور کیا میں نے تبلیغ کے ذریعہ سے حضرت اقدسؑ کے دعوے اور دلائل کو نہیں سمجھا دیا تھا۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ قیامت کے روز سیدنا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق اور تکذیب کے متعلق بھی ضرور باز پُرس ہوگی۔

خدا تعالےٰ کی پردہ پوشی

۱۹۰۵ء عیسوی میں جب حضور اقدس علیہ السلام نے زلزلہ کے بارہ میں بہت سے اشتہارات شائع فرمائے تھے تو میں اُن دنوں حضور عالی کی بارگاہِ اقدس میں قادیان میں ہی موجود تھا۔ اس لئے جب گاؤں واپس لوٹا تو اپنے ساتھ یہ اشتہارات بھی لیتا آیا۔ جن میں سے کچھ تو میں نے آتے ہوئے گاڑی میں تقسیم کر دیئے اور کچھ اپنے ساتھ گاؤں لے آیا۔

ان دنوں موضع گڈہو کا ایک زمیندار خوشی محمدؐ نامی جو احمدیت کی تبلیغ کی وجہ سے میرا بے حد مخالف تھا مجھے ملا تو میں نے زلزلہ کا ایک اشتہار اُسے بھی دے دیا اور بتایا کہ جو پہلے زلزلہ آچکا ہے اب اس سے بھی زیادہ شدید زلزلہ آئے گا۔ اس لئے آپ کو چاہیئے کہ آپ پہلے زلزلہ سے عبرت حاصل کریں اور خدا کے مرسل کی تکذیب سے باز آجائیں۔ اسوقت خوشی محمدؐ کے ساتھ ہمارے گاؤں کا ایک زمیندار مولا داد ولد غلام محمدؐ بھی کھڑا تھا۔ یہ شخص بھی احمدیت کی وجہ سے میرا بڑا سخت معاند تھا۔ ان دونوں نے جب زلزلہ کی پیشگوئی کے بارہ میں یہ اشتہار دیکھا اور میری باتیں بھی سُنیں تو مجھے پوچھا کہ یہ موعودہ زلزلہ کب آئے گا۔ میں نے اُنہیں از روئے قرآن مجید سمجھایا کہ معین وقت تو خدا تعالےٰ ہی جانتا ہے ہاں یہ یقینی بات ہے کہ یہ پیشگوئی ضرور وقوع میں آئے گی۔ انہوں نے پھر اس پیشگوئی کا مقررہ وقت دریافت کرنے میں کفار مکہ کی طرح **یقولون متیٰ ھذا الوعد ان کنتم صادقین** پر اصرار کیا اور میں نے پھر **قل انما العلم عند اللہ وانما انا نذیر مبین** کے مطابق جواب دیا۔ آخر جب وہ پیچھے ہی پڑ گئے تو میں نے کم علمی کی بناء پر حضور اقدس علیہ السلام کے اشتہار

النداء من الوحی السماء کے اس شعر سے کہ ؎

زلزلہ سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے

غلط اجتہاد کرتے ہوئے ان سے کہدیا کہ حضور اقدس علیہ السلام کے اس ارشاد سے کہ "وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے" یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی سال کے اندر اندر پوری ہو جائے گی۔ انہوں نے کہا اگر ایسا نہ ہوا تو آپ کو مرزا صاحب کا دعوےٰ جھٹلانا ہوگا۔ میں نے کہا یہ تو کبھی نہیں ہوسکتا البتہ اپنے اجتہاد کو غلط سمجھ لوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد ان دونو نے مجھ سے اس میعاد کے متعلق تحریر لے لی اور چلے گئے۔

خدا تعالےٰ کی حکمت ہے کہ یہ تحریر انہوں نے اپنے پاس ہی رکھی اور کسی کو نہ دکھائی تھی کہ ان میں سے ایک شخص اس میعاد کے تیسرے مہینے مرگیا اور دوسرا ساتویں مہینے اس جہان سے کوچ کرگیا۔ اور ان کی وہ باتیں کہ ہم اس پیشگوئی کے میعاد کے اندر پورا نہ ہونے پر آپ کی گاؤں گاؤں بدنامی کرینگے خدا تعالےٰ نے پوری نہ ہونے دیں۔ اور ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور میری اجتہادی غلطی کے متعلق چشم پوشی فرمائی۔

موضع رنمل کا واقعہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے کہ ایک دفعہ میں اور حضرت حافظ روشن علی صاحب اور مولوی غوث محمدؓ صاحب اور حکیم علی احمدؓ صاحب رضی اللہ عنہم ضلع گجرات کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے حافظ صاحبؓ کے گاؤں موضع رنمل تحصیل پھالیہ گئے۔ برسات کا موسم تھا اور آپ کا گاؤں بالکل دریائے چناب کے پاس میل ڈیڑھ پر واقع تھا۔ رات جب ہم آپ کی بیٹھک میں سوئے تو مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ آسمان پر سورج کے گرد اگرد ایک ہالہ سا پڑ گیا ہے۔ اور سورج بالکل گرنے کے

قریب ہے۔ جب میں اس خواب کی دہشت سے بیدار ہؤا تو کیا دیکھتا ہوں
کہ موسلادھار بارش ہو رہی ہے اور بیٹھک کو چاروں طرف سے پانی نے
گھیرا ہؤا ہے۔ اسی وقت میں نے سب دوستوں کو جگایا اور باہر نکالا۔ خدا
کی حکمت ہے کہ جب ہم سب دوست باہر آ گئے اور کچھ سامان بھی نکال لیا تو وہ
بیٹھک دھڑام سے گر گئی۔ اس کے بعد ہم کوچہ سے ہو کر پاس ہی ایک ماچھی
(سقہ) کے مکان میں آ گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ یہاں پہنچتے ہی مجھے پھر غنودگی
سی محسوس ہوئی اور ایک غیبی آواز آئی کہ یہاں سے بھی جلدی نکلو۔ چنانچہ
جب ہم اس گھر سے نکلے تو وہ بھی سیلاب کی نظر ہو گیا۔ اس کے بعد ہم نے ایک
مسجد میں پناہ لی تو وہاں جاتے ہی مجھے پھر نیند آ گئی تو خدا تعالیٰ کی طرف سے
پھر حکم ملا کہ یہاں سے بھی جلدی نکلو۔ چنانچہ وہاں سے بھی ہم نکلے تو اس مسجد کی
ایک دیوار گر گئی اور سیلاب کا پانی اس کے اندر امنڈ آیا۔ ادھر حضرت حافظ
صاحب رضؓ نے جو اپنے گھر میں سوئے ہوئے تھے جب سیلاب کا زور اور بارش
کا طوفان دیکھا تو لالٹین لے کر ہماری تلاش میں نکل پڑے اور ہمیں ڈھونڈھ
کر اپنے گھر لے گئے۔ آخر خدا خدا کر کے یہ رات گذری اور ہم تبلیغی لیکچر
دے کر اپنے گاؤں واپس آ گئے۔ اور اس موقع پر حضرت اقدس سیدنا المسیح
الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعجازی برکات اور معجزانہ حفاظت اور بار
بار کی الہامی تحریک اور ملائکہ کی تائید کے ذریعے ہمیں خدا تعالیٰ نے محفوظ
رکھنے کا عجیب نشان دکھایا۔

موضع راجیکی کا واقعہ

میاں محمد الدین صاحب کشمیری جن سے میں نے سکندر نامہ تک فارسی کی
تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے والد ماجد میاں کریم بخش صاحب تھے جو کشمیر سے
کسی حادثہ کی بناء پر ہمارے گاؤں آ بیٹھے تھے اور یہیں ہمارے بزرگوں کی
خدمت میں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی ایک دفعہ جب میاں محمد الدین صاحب

کا چھوٹا بھائی میاں سلطان محمود سخت بیمار ہوا اور طبیبوں نے اس کی بیماری کو لاعلاج قرار دے دیا تو اس کی بیوی مسماۃ زینب بی بی میرے پاس آئی۔ اور بڑی لجاجت سے دعا کے لئے کہا۔ اس وقت اگرچہ میاں سلطان محمود کی عمر کوئی پچپن سال کے قریب تھی۔ مگر اس کی بیوی کی درخواست پر میں نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ میاں سلطان محمود کی عمر اسی سال ہوگی۔ چنانچہ اس بشارت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے صحت بھی دی اور اسی سال تک زندہ بھی رہا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

عمر بی بی

میری احمدیت کے ابتدائی زمانہ میں جبکہ میری مخالفت بہت زوروں پر تھی اور مخالف لوگ میری عداوت میں طرح طرح کے شاخسانے کھڑے کرتے رہتے تھے۔ اس زمانہ میں موضع دھدرہا کا ایک ماچھی (سقہ) مسمی اللہ دتا میری باتیں سن کر لوگوں کی مخالفت پر بہت افسوس کرتا تھا۔ اس نے ایک دن میری دعوتِ طعام کی اور مجھے اپنے گھر لے گیا میں نے اس کی بیوی عمر بی بی کو بھی احمدیت کی باتیں سنائیں۔ اس نے جب یہ باتیں سنیں تو کہنے لگی یہ تو بڑی اچھی اور بھلی باتیں ہیں، معلوم نہیں یہ لوگ کیوں ان باتوں کو برا سمجھتے ہیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے جوان عمر لڑکوں کو بلایا اور انہیں نصیحت کی کہ دیکھو اگر تم میرے بچے ہو تو حضرت مرزا صاحب اور میاں غلام رسول صاحب کی کبھی مخالفت نہ کرنا۔ ان لڑکوں نے اور اس کے خاوند اللہ دتا نے جب اس کی یہ نصیحت سنی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو جب سے میاں صاحب کے منہ سے حضرت مرزا صاحب کی باتیں سنی ہیں مرزا صاحب کو بزرگ اور پاک انسان سمجھتے ہیں۔ خدا کی حکمت ہے کہ کچھ عرصہ بعد عمر بی بی بیمار ہوگئی اور اس نے اپنے لڑکے حسن محمدؐ کو میری طرف کہلا بھیجا کہ میرا آخری وقت ہے آپ ضرور آئیں۔ چنانچہ میں یہ پیغام سنتے ہی موضع دھدرہا پہنچا تو عمر بی بی کی حالت

سکرات موت کی پائی۔ اس وقت مجھے اس کی ہمدردی اور احمدیت کی تائید یاد آئی تو دل بھر آیا اور میں نے دعا شروع کر دی ابھی دعا کرتے ہوئے کوئی دس منٹ ہی گذرے تھے کہ عمر بی بی نے آنکھیں کھول دیں اور مجھے کہنے لگی کہ میرا یہ آخری وقت ہے میرا جنازہ آپ نے پڑھانا ہوگا۔ پھر خاوند اور بیٹوں کو بھی مخاطب کر کے کہا کہ میرا جنازہ ان کے بغیر کسی سے نہ پڑھایا جائے۔ اس ہوش کے لمحات میں میں نے اسے کہا اگر تو پسند کرے تو میں تجھے کلمہ شریف کے معنے اور سورۂ یٰسین سناؤں کہنے لگی کہ ہاں ضرور سنائیے۔ چنانچہ جب میں نے اُسے کلمہ کے معنے اور خدا تعالےٰ کے احسانات کا ذکر سنایا تو وہ آبدیدہ ہوگئی۔ اس کے بعد جب میں سورۂ یٰسین بھی سُنا چکا تو کہنے لگی آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی لڑکی اور لڑکوں کو بھی مل لوں۔ میں نے کہا بڑی خوشی سے مل لو۔ جب وہ اپنے بچوں سے مل چکی تو اس کے بعد پھر چارپائی پر لیٹ گئی اور کہنے لگی اب آپ سب مجھ سے کلمہ شریف سُن لیں۔ چنانچہ دو تین مرتبہ اس نے کلمہ شریف کو دوہرایا اور کہنے لگی آپ سب میرے کلمہ کے گواہ رہیں اور فوت ہوگئی۔ اس کے فوت ہونے کے بعد میں نے اس کا جنازہ پڑھایا تو اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہنستی ہوئی آئی ہے میں نے پوچھا کہ عمر بی بی تیرا کیسا حال ہے۔ کہنے لگی آخری وقت پر آپ کے آجانے سے اور کلمہ شریف کے معنے اور سورۂ یٰسین سُنانے اور دعا کرنے سے میں ایمان ساتھ لے آئی ہوں۔ یہ سُن کر مجھے بے حد مسّرت ہوئی اور میں بیدار ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اعجازِ احمدیت

فیضانِ ایزدی نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت راشدہ کے طفیل اور تبلیغ احمدیت کی برکت سے میرے اندر ایک ایسی روحانی کیفیت پیدا کر دی تھی کہ بعض اوقات جو کلمہ بھی میں منہ سے نکالتا

تھا اور مریضوں اور حاجتمندوں کے لئے دعا کرنا تھا مولیٰ کریم اسی وقت میری معروضات کو شرف قبولیت بخش کر لوگوں کی مشکل کشائی فرما دیتا تھا چنانچہ ایک موقعہ پر جب میں موضع سعد اللہ پور گیا تو میں نے چوہدری اللہ داد صاحب کو جو چوہدری عبد اللہ خاں نمبردار کے برادرزادہ تھے اور ابھی احمدیت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ مسجد کی ایک دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ بے طرح دمہ کے شدید دورے میں مبتلا تھے اور سخت تکلیف کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے پچیس سال سے پرانا دمہ ہے جس کی وجہ سے زندگی دُوبھر ہو گئی ہے۔ میں نے علاج معالجہ کی نسبت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دُور دُور کے قابل طبیبوں اور ڈاکٹروں سے علاج کروا چکا ہوں مگر انہوں نے اس بیماری کو موروثی اور مزمن ہونے کی وجہ سے لاعلاج قرار دے دیا ہے۔ اس لئے میں اب اس کے علاج سے مایوس ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی بیماری کو لکل داءٍ دواء کے فرمان سے لاعلاج قرار نہیں دیا۔ آپ اسے لاعلاج سمجھ کر مایوس کیوں ہوتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اب مایوسی کے سوا اور کیا چارہ ہے۔ میں نے کہا کہ ہمارا خدا تو فعال لما یرید ہے اور اُس نے فرمایا ہے کہ لا تایئسوا من روح اللہ و من یائس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔ یعنی یاس اور کفر تو اکٹھے ہو سکتے ہیں لیکن ایمان اور یاس اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اس لئے آپ نا اُمید نہ ہوں اور ابھی پیالہ میں تھوڑا سا پانی منگائیں میں آپ کو دم کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت انہوں نے پانی منگایا اور میں نے خدا تعالےٰ کی صفت شافی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی توجہ سے اس پانی پر دم کیا کہ مجھے خدا تعالےٰ کی اس صفت کے فیوض سورج کی کرنوں کی طرح اس پانی میں برستے ہوئے نظر آئے اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ پانی افضال ایزدی اور حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی برکت سے مجسم شفا بن چکا ہے۔ چنانچہ جب میں نے یہ پانی چوہدری اللہ داد کو پلایا تو آن کی آن میں دمہ کا دورہ رُک گیا اور پھر اس کے بعد کبھی اُنہیں یہ عارضہ نہیں ہؤا حالانکہ

اس واقعہ کے بعد چوہدری اللہ داد تقریباً پندرہ سولہ سال تک زندہ رہے اس قسم کے نشانات سے اللہ تعالیٰ نے چوہدری صاحب موصوف کو احمدیت بھی نصیب فرمائی اور آپ خدا کے فضل سے مخلص اور مبلغ احمدی بن گئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

دستِ غیب

ایسا ہی ایک موقعہ پر چوہدری اللہ داد صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ جو دستِ غیب کے متعلق مشہور ہے کہ بعض وظائف یا بزرگوں کی دعا سے انسان کی مالی امداد ہو جاتی ہے کیا یہ صحیح بات ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں بعض خاص گھڑیوں میں جب انسان پر ایک خاص رُوحانی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اس وقت اس کی تحریری یا تقریری دعا باذن اللہ یقیناً حاجت روائی کا موجب ہو جاتی ہے۔ میری یہ بات سن کر چوہدری اللہ داد کہنے لگے تو پھر آپ مجھے کوئی ایسی دعا یا عمل لکھ دیں جس سے میری مالی مشکلات دور ہو جائیں۔ میں نے کہا کہ اچھا اگر کسی دن کوئی خاص وقت اور گھڑی میسر آگئی تو انشاء اللہ میں آپ کو کوئی دعا لکھدوں گا۔ چنانچہ ایک دن جب افضالِ ایزدی اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے مجھے روحانی قوت کا احساس اور قوت مؤثرہ کی کیفیت کا جذبہ محسوس ہوا تو میں نے حسبِ وعدہ چوہدری اللہ داد کو ایک دعا لکھدی جس کے الفاظ غالباً اللّٰھم اکفنی بحلالک عن حرامک واغننی بفضلک عمن سواک تھے اور تلقین کی کہ وہ اس دعا کو ہمیشہ اپنے پاس رکھیں چنانچہ انہوں نے اسی وقت اس دعا کو اپنی پگڑی کے ایک گوشہ میں باندھ کر محفوظ کر لیا۔ خدا کی حکمت ہے کہ میرے مولا کریم نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طفیل اس وقت اس ناچیز کی دعا کو ایسا قبول فرمایا کہ ایک سال تک چوہدری اللہ داد غیبی امداد اور مالی فتوحات کے کرشمے اور عجائبات

ملاحظہ کرتے رہے۔ اس کے بعد سوء اتفاق سے یہ دعا چوہدری اللہ داد صاحب سے ضائع ہوگئی اور وہ دستِ غیب کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

دستِ شفاء

میں ایک دفعہ تبلیغ کی غرض سے موضع رجوعہ اور ربیلاں تحصیل پھالیہ کی طرف گیا ہوا تھا کہ میرے ایک دوست چوہدری کرم داد ولد چوہدری راجہ خاں وڑائچ ساکن خوجیانوالی بعارضہ بخار بیمار ہوگئے اور بخار کی حالت میں انہیں سردرد کا ایسا شدید دورہ پڑا کہ آں موصوف نے اس کی شدت کی وجہ سے اپنا سر دیواروں سے ٹکرانا شروع کردیا۔ ان کے گھر والوں نے جب ان کی یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھی تو انہوں نے اس علاقہ کے مشہور طبیب حکیم غلام حسین کو بطورِ معالج کے منگایا اور ساتھ ہی قرآن مجید کے بعض حفاظ کو دم کرنے کے لئے بلا بھیجا۔ چوہدری کرم داد کی حالت جب پھر بھی نہ سنبھلی تو ان کے اصرار پر ان کا بھائی چوہدری حسن محمد مجھے بلانے کیلئے موضع راجیکی سے ہوکر موضع رجوعہ اور پھر ہیلاں پہنچا اور میرے پاس چوہدری کرم داد کی ساری کیفیت بیان کی۔ میں یہ سنتے ہی جب موضع خوجیانوالی پہنچا تو حکیم غلام حسین جو احمدیت کے متعلق کسی قدر مخالف اور معترضانہ صورت میں باتیں کر رہا تھا مجھے دیکھتے ہی کہنے لگا کہ مولانا صاحب آپ بھی کٹر مرزائی ہیں اور یہ مرض بھی ہم اطباء کے نزدیک مایوس العلاج ہوچکا ہے اب اگر آپ کوئی مرزا صاحب کی برکت کا معجزہ دکھائیں تو معلوم ہو کہ آپ کا مرزائی ہونا اور مرزا صاحب کا مہدی و مسیح ہونا کیا وزن رکھتا ہے۔ حکیم غلام حسین کا یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ایک بجلی کی سی رَو چلا دی اور میں لوگوں میں سے گذر کر چوہدری کرم داد کے پاس پہنچا اور السلام علیکم کہا۔ انہوں نے جب میری آواز سنی تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے کہ آپ تشریف لے آئے ہیں اب میں خدا کے فضل سے اچھا

ہو جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت میں نے ان کے بندھے ہوئے سر سے پٹکا اتارا اور اپنا ہاتھ ان کے ماتھے پر رکھا۔ ابھی کوئی دس منٹ ہی گذرے ہونگے کہ ان کا بخار اور سر درد غائب ہو گیا۔ میں نے ان سے حالت دریافت کی تو کہنے لگے اب تو بالکل اچھا ہوں میں نے اسی وقت حکیم غلام حسین کو بلایا اور کہا اب آپ بھی مریض کو دیکھ لیں۔ چنانچہ حکیم غلام حسین نے جب چوہدری کرم داد کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو حیرت زدہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ بھائی مان لیا ہے کہ مرزائی پکے جادوگر ہیں اور اس فن میں کمال رکھتے ہیں۔ اس کے بعد میں نے حکیم غلام حسین کو کہا کہ جس بات کو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا معیار ٹھیرا کر معجزہ طلب کیا تھا اس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے اس وقت آپ پر اتمام حجت کر دی ہے اور علمی رنگ میں تو پہلے بھی آپ بارہا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور علامات ملاحظہ کر چکے ہیں اس لئے اب بھی اگر آپ نے احمدیت قبول کرنے سے اعراض کیا تو یاد رکھیئے پھر آپ خدا تعالےٰ کے مواخذہ اور گرفت سے نہیں بچ سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ چند روز کے بعد اس دنیا سے کوچ کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو اپنی موت سے ثابت کر گیا۔

تاثیر دعاء

موضع راجیکی میں ہمارا ایک حجام محمد الدین نائی رہتا تھا۔ اس کی شادی پر تقریباً بیس سال کا عرصہ گذر چکا تھا مگر اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ چونکہ اس کے گھرانے کو ہمارے چچا زاد بھائی حافظ غلام حسین صاحب اور ہمارے چچا صاحب حضرت میاں علم الدین صاحب کے ساتھ بے حد عقیدت تھی اس لئے یہ حجام اور اس کی بیوی مسماۃ سیداں اکثر ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اولاد کے لئے دعائیں اور تعویذات کراتے رہتے

تھے۔ ایک لمبا عرصہ کے بعد جب ان کی دعاؤں اور تعویذوں سے کوئی
فائدہ حاصل نہ ہؤا تو یہ لوگ اولاد سے مایوس ہو گئے۔ اس زمانہ میں اگرچہ
احمدیت کی برکت سے اور بسببہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فیضان
سے میری دعاؤں اور ان کے اثرات کا عام چرچا تھا۔ مگر علماء کے فتاویٰ
تکفیر اور مقاطعہ کی وجہ سے ان لوگوں کو میرے پاس آنے کی جرأت نہیں
ہوتی تھی۔ پھر محمد الدین حجام اور اس کی بیوی سیداں میرے پاس آنے سے
اس وجہ سے بھی گریز کرتے تھے کہ اگر حافظ صاحب کو پتہ چل گیا تو وہ ناراض
ہو جائینگے۔ آخر ان میاں بیوی کی حالت یہانتک پہنچی کہ ایک دن سیداں نے
ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں کہا کہ اگر لڑکا نہیں ہوسکتا تو نہ سہی میرے
گھر میں لڑکی ہی پیدا ہو جائے یہی غنیمت ہے۔ تو ایک دن میرے چچا
حضرت میاں علم الدین نے اس کو کہا کہ تم میاں غلام رسول کے پاس جاؤ
اور اس سے دعا کراؤ کیونکہ خدا تعالےٰ اس کی دعائیں قبول بھی کرتا ہے اور
پھر بذریعہ بشارات اسے اطلاع بھی دے دیتا ہے۔ سیداں نے جب یہ
بات سنی تو اس نے کہا کہ میاں غلام رسول صاحب سے ایک تو مجھے شرم آتی
ہے اور دوسرے اگر حافظ صاحب کو معلوم ہو گیا تو وہ ضرور مجھے ڈانٹیں گے
کہ تم نے اس مرزائی سے کیوں دعا کرائی ہے اس لئے میرے لئے آپ ہی
اُنہیں دعا کے لئے فرمائیں اور میری سفارش بھی کر دیں۔ حضرت میاں صاحب
نے فرمایا کہ میں بھی ان سے کہوں گا مگر تمہارا ان کے پاس جانا نہایت ضروری
ہے۔ اس کے بعد حضرت میاں صاحب سیداں کو لے کر میرے پاس تشریف
لائے اور یہ فرماتے ہوئے کہ اس نے بارہا مجھے آپ سے دعا کرانے کے لئے
کہا ہے مجھے دعا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ایسے لوگ
اور حافظ صاحب ایسے بزرگوں کی موجودگی میں اسے میرے ایسے کافروں سے
دعا کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ سیداں نے کہا اگر مولویوں نے آپ پر کفر کا
فتویٰ لگایا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے اگر ہم آپ کو کافر سمجھتے تو آپ کی
خدمت میں دعا کے لئے کیوں حاضر ہوتے۔ میں نے کہا اگر یہ بات ہے تو میری

دعا، تو احمدیت کی سچائی کے اظہار کے لئے ہو سکتی ہے تاکہ اس دُعا
کے ذریعہ آپ لوگوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ اور اس موقعہ پر جبکہ
تمہارے پیر اور بزرگ سالہا سال سے دعاؤں اور تعویذوں میں
لگے ہوئے ہیں میری دعا کے نتائج کیسے واضح ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ
مولا کریم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے اس ناچیز کی دعا کو
سن کر تمہیں کوئی بچہ عطا فرمائے اور تم اسے بجائے حضرت مسیح موعود علیہ
السلام کی صداقت کا نشان سمجھنے کے پھر انہی پیروں فقیروں کی دعاء کا نتیجہ
خیال کرنے لگ جاؤ۔ اس بات کو سُن کر حضرت چچا علم الدین صاحب نے
فرمایا کہ ہماری دعاؤں اور عملوں کے اثرات تو لوگ سالہا سال سے دیکھ
چکے ہیں کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہُوا۔ اس لئے اگر تمہیں کسی اشتباہ
کا خیال ہے تو ہم تمہیں اس قسم کی تحریر دینے کے لئے تیار ہیں جس میں اپنی
دعاؤں اور عملیات کی ناکامی کا اقرار ہو گا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ اس بات
کا اقرار کرتے ہیں تو پھر آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر اندر اگر سیداں
اور محمد الدین کے ہاں کوئی بچہ یا بچی پیدا ہو تو وہ احمدیت کا نشان ہو گا۔
اُنہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور میں نے خدا کے حضور دعا شروع کر
دی۔ خدا کی قدرت ہے کہ سال کے اندر ہی میرے خیر الراحمین خدا کی رحمت
اور میرے مسیح قادیانی کی برکت سے اس حجام کے گھر لڑکی پیدا ہو گئی۔ گاؤں
والوں نے اور گرد و نواح کے لوگوں نے جب اس نشان کو دیکھا کہ بعد
شادی سالہا سال کے عرصہ بعد احمدیت کی برکت سے اس حجام کو خدا تعالےٰ
نے اولاد دی ہے تو انگشت بدنداں ہو گئے۔ مگر پھر بھی یہ بدبخت لوگ
احمدیت کے قریب نہ ہوئے۔ آخر جب اس لڑکی کی عمر چند سال کی ہوئی تو
ان لوگوں نے اس کرامت کو اپنے خبث باطن اور انتہائی شرارت سے پھر
اپنے پیروں کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا اور جا بجا حافظ صاحب کا
چرچا شروع ہو گیا۔ میں نے جب یہ حق پوشی کا مظاہرہ دیکھا تو مجھے بے حد
تکلیف ہوئی اور میں نے اپنے چچا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ یہ کیا

معاملہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں تو مانتا ہوں کہ یہ آپ کی مخدریانہ دعاؤں کا نشان ہے مگر یہ جہلاء کا طبقہ احمدیت کے انتہائی بغض و عناد کی وجہ سے اسے حافظ غلام حسین کا کرشمہ اور معجزہ قرار دے رہا ہے۔ ایسا ہی میں نے سیداں سے کہا کہ تم نے احمدیت کا ایک نشان دیکھا ہے اور پھر اس کے خلاف ان لوگوں کی باتیں بھی سُنی ہیں مگر تو نے سچی گواہی کو چھپایا ہے اس لئے میں احمدیت کی غیرت کی وجہ سے اب یہ کہتا ہوں کہ اگر اس لڑکی کے بعد بھی تیرے یہاں کوئی اولاد پیدا ہوئی تو یہ سمجھنا کہ یہ لڑکی میری دعا سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ کسی غیر احمدی کی دعا سے پیدا ہوئی ہے اور پھر اگر یہ لڑکی آج کے دن سے ایک سال تک زندہ رہی تو پھر بھی یہی سمجھنا کہ یہ میری دعا کا نتیجہ نہیں بلکہ کسی غیر احمدی کی دعا کا نتیجہ ہے۔ پس اب احمدی اور غیر احمدی کی دعا میں یہی ایک ما بہ الامتیاز ہے۔ خدا کی قدرت ہے کہ سیداں میری یہ بات سُن کر گھر پہنچی ہی تھی کہ اُس کی یہ لڑکی بیمار ہو گئی اور پھر ایک سال کے اندر اندر فوت ہو گئی اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی بغیر اولاد کے ہی اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

کرشمۂ قدرت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہدِ ہمایوں میں جب غیر احمدیوں کے ہمراہ نماز پڑھنے سے جماعت احمدیہ کو ممانعت ہو گئی اور ہم نے مسجد میں علیحدہ نماز پڑھنی شروع کر دی تو غیر احمدیوں نے میری ذات کو تفرقہ کا موجب سمجھتے ہوئے میری بے حد مخالفت کی۔ چنانچہ انہی مخالفت کے ایام میں یہ واقعہ رونما ہوا کہ موضع سعد اللہ پور میں ارائیں قوم کے دو بھائی مہر شرف دین اور مہر غلام محمد جو بڑے بارسوخ آدمی تھے ان میں سے مہر غلام محمد جو خوبصورت اور پہلوان اور جوان تھا اس نے دوسری شادی کرنے کے لئے ارائیں قوم کی ایک بیوہ لڑکی کے رشتہ کے متعلق اس کی والدہ اور بھائیوں کو بار بار تحریک کی۔ مگر انہوں نے سوتاپے کی وجہ سے یا کسی اور بنا پر اس لڑکی کا

رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ مہر غلام محمد نے جب اپنی کوشش کو ناکام ہوتے
ہوئے دیکھا تو دور و نزدیک کے بعض رشتہ داروں سے تحریک کروائی
لیکن پھر بھی یہ بیل منڈھے نہ چڑھی اور لڑکی والوں نے صاف انکار کر دیا۔
مہر غلام محمد نے جب یہ محرومی دیکھی تو اس نے ملتان سے لے کر راولپنڈی
تک کے تمام سجادہ نشینوں اور پیروں فقیروں سے تعویذات اور
عملیات اور دعائیں کرانا شروع کر دیں۔ یہانتک کہ جب اسی دوڑ دھوپ
میں سات سال کا عرصہ گذر گیا اور پیروں فقیروں کے عملیات اور دعاؤں
کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو وہ بے حد مایوس ہو گیا۔ اسی دوران میں جب میں ایک
دن سعد اللہ پور کی مسجد میں عام غیر احمدیوں کو احمدیت کی تبلیغ کر رہا تھا تو
مہر غلام محمد کا ایک حمایتی کہنے لگا کہ اس زمانہ میں مسیح اور مہدی ہونے کا
دعویٰ تو لوگ کرتے ہیں مگر نور اور یمن کسی میں نہیں پایا جاتا۔ میں نے
اُسے سمجھایا کہ نور اور یمن اور معجزات تو ہمیشہ سے خدا تعالےٰ کے انبیاء
اور اولیاء دکھاتے چلے آئے ہیں مگر دشمنوں کی اندھی آنکھیں اُنہیں دیکھنے
سے قاصر رہی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں لاکھوں
نور اور یمن سے بھرے ہوئے معجزات دنیا کو دکھائے مگر کفار مکہ نے
پھر بھی کہا کہ **لولا انزل علیہ آیۃ**۔ کہ کاش اس پر کوئی نشان ہی
خدا کی طرف سے اُتارا جاتا۔ مگر خدا تعالےٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے
ما تاتیہم من آیۃ من آیات ربہم الا کانوا عنہا
معرضون۔ کہ جب بھی خدا کے نشانوں میں سے کوئی نشان کافروں کو
دکھایا گیا انہوں نے اس سے اعراض ہی کیا ہے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں سیدنا حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ہزاروں اور لاکھوں نشانات منکرین
کو دکھائے ہیں اور ماننے والی سعید روحوں نے ان کو دیکھ کر حضرت اقدس
علیہ السلام کی بیعت بھی کر لی ہے۔ مگر دشمن اب بھی اسی طرح لولا انزل علیہ
آیۃ کے الفاظ کو دہرا رہے ہیں۔ میری یہ بات سُن کر اسی غیر احمدی نے
کہا کہ مہر غلام محمد سات سال سے ایک بیوہ عورت کے لئے ملتان سے لے

کر راولپنڈی تک پیروں فقیروں اور عاملوں کے پاس ٹھوکریں کھا رہا ہے مگر
آج تک اس کی حاجت روائی نہیں ہوئی۔ اب آپ ہی بتائیے کہ جب مہر
غلام محمدؐ کی اتنی سی گتھی نہیں سلجھ سکی تو مہدی و مسیح ہونے کا دعویٰ کس کام کا
ہے۔ میں نے کہا ہم تو جب ہی اس اعتراض کو صحیح مان سکتے ہیں کہ مہر غلام محمدؐ نے
ہمارے سید و مولا مسیح قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی امر کے متعلق دعا
کروائی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔ ورنہ اس صورت میں تو ہم پر اعتراض نہیں
آتا بلکہ آپ کے غیر احمدی پیروں اور فقیروں اور مرشدوں پر آتا ہے۔ وہ
غیر احمدی کہنے لگا اچھا اگر مہر غلام محمدؐ مرزا صاحب کے پاس نہیں گیا تو کیا ہوا
آپ جو مرزا صاحب کے مرید یہاں موجود ہیں آپ ہی کوئی کرشمہ دکھائیں۔
میں نے کہا کہ مجھے تو کسی اعجاز نمائی کا دعویٰ نہیں میں تو سیدنا حضرت مسیح موعود
علیہ السلام کے خادموں میں سے ایک ناچیز آدمی ہوں۔ البتہ مہر غلام محمدؐ
اگر مجھ سے اس امر کی عقدہ کشائی کی درخواست کرے گا تو احمدیت کی تبلیغ کی
غرض سے اور اتمام حجت کے لئے میں ضرور اس معاملہ میں دعا کروں گا۔ ان
لوگوں نے جب میری یہ بات سنی تو مہر غلام محمدؐ کو میری طرف بھیجا۔ اس نے آتے
ہی اپنی تمام داستان ناکامی کی روئداد سنائی اور ان پیروں فقیروں کے عملیات
کی ناکامی کا ذکر کیا اور بتایا کہ جب بھی میں ان لوگوں کی ہدایت کے مطابق تعویذ
لے کر لڑکی والے کوچہ سے گذر رہا ہوں تو ہمیشہ ہی مجھے اس لڑکی نے اور اس کے
خاندان والوں نے انتہائی طور پر ذلیل کیا ہے اور گالیاں دی ہیں۔ اس لئے
اب میں سمجھ گیا ہوں کہ ان پیروں فقیروں میں کوئی تاثیر اور یمن باقی نہیں رہا۔
میں نے کہا اچھا اب میں ایک عمل بتاتا ہوں اگر اس کی تاثیر سے یہ لڑکی اور اس
کی ماں خود تمہارے پاس پہنچیں اور نکاح کی درخواست کریں تو سمجھنا یہ احمدیت
کی برکت ہے اور ہماری صداقت کا ایک نشان ہے۔ چنانچہ اس کے بعد میں
نے اُسے ایک روحانی عمل بتایا۔ خدا کی حکمت ہے کہ مہر غلام محمدؐ نے وہ عمل شروع
کیا اور جلد ہی وہ لڑکی اور اس کی ماں گھر سے نکلیں اور مہر غلام محمدؐ کو گاؤں میں
تلاش کرتی ہوئیں اس کے پیچھے جنگل میں پہنچیں اور نہایت زاری کے ساتھ کہنے

لگیں کہ آپ ہم دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں شادی کریں ہم راضی ہیں چنانچہ اسی وقت وہ مہر غلام محمدؐ کو اپنے ساتھ گھر لے آئیں اور دن کے گیارہ بجے کے قریب اس لڑکی کے ساتھ مہر غلام محمدؐ کا عقد (نکاح) ہو گیا۔ اس کرشمۂ قدرت کا ظاہر ہونا تھا کہ اس گاؤں کے مرد و زن اور گرد و نواح کے لوگ حیرت زدہ ہو گئے اور مہر شرف دین اور مہر غلام محمد اور اُن کے گھرانے کے افراد نے احمدیت کو قبول کر لیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کی اس اعجازی برکت کا مشاہدہ کر کے ایمان لے آئے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

دُعائے مستجاب

مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کی تعلیم کے دوران میں جب میں موضع گولیکی میں اقامت گزیں تھا۔ تو ان دنوں میں اکثر صوم الوصال کے روزے رکھا کرتا تھا۔ ایک دن روزے کی وجہ سے مجھے دودھ پینے کی خواہش محسوس ہوئی تو اسی وقت موضع مذکور کا ایک زمیندار مسمی اللہ دتا میرے لئے دودھ کا ایک بدھنا لے آیا۔ اور اسی طرح تقریبًا ہفتہ بھر وہ کسی تحریک کے بغیر ہی میری خدمت کرتا رہا۔ چونکہ اس سے قبل میری اس شخص سے کوئی شناسائی نہ تھی۔ اس لئے میں نے ایک روز اس سے اس مدارات کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ چونکہ راجیکے والے بزرگوں کی اولاد سے ہیں اور پھر ہر روز آٹھ پہرہ روزہ رکھتے ہیں اس لئے مجھے خیال آیا ہے کہ میں آپ ایسے بزرگوں کی کوئی خدمت کروں۔ میں نے کہا کہ اگر آج تم اس خدمتگذاری کی اصل وجہ بیان نہیں کرو گے تو میں یہ دودھ ہرگز نہیں پیئوں گا۔ وہ کہنے لگا یہ خدمت تو میں فقط ثواب کے حصول کی غرض سے بجا لا رہا ہوں۔ مگر ویسے آپ کی دعاؤں کا ضرور حاجتمند ہوں۔ کیونکہ میرے سات بچے بڑے خوبصورت پیدا ہوئے تھے۔ مگر ان میں سے ہر ایک سال دو سال

کی عمر پاکر فوت ہوگیا ہے۔ ان بچوں کے متواتر فوت ہو جانے کی وجہ سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اٹھرا کا مرض ہے۔ مگر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مصیبت کسی جادو کے نتیجہ میں آئی ہے یا کسی بزرگ کی سوء ادبی کی سزا ہے۔ اس لئے اب اس کو ٹلانے کے لئے کسی ایسے کامل فقیر کی ضرورت ہے۔ جو نوشتۂ قسمت کو بدل دے۔ جب اس نے لوگوں کی اس قسم کی باتیں سُنائیں اور چند دن کے بعد اس کا آخری لڑکا بھی فوت ہوگیا تو وہ پھر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھ گنہگار کو بخشے اور آئندہ ان صدمات سے محفوظ رکھے۔ میں نے جب اس کی یہ دست بستہ التجائیں سُنیں تو میرا دل اس کی حالت پر پگھل گیا اور میں نے اُسے کہا کہ میں انشاء اللہ تمہارے لئے دعا کروں گا اور جبتک میرا مولا کریم تمہارے بارہ میں میری تسلی نہ فرماوے میں انشاء اللہ دعا کا سلسلہ جاری رکھوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد متواتر ایک عرصہ تک جب میں نے اس کے لئے دعا کی تو آخر میرے خیر الراحمین خدا نے مجھے یہ بشارت دی اور مجھے مطمئن فرمایا کہ اب اللہ دتا کا کوئی بچہ بچپن میں فوت نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے یہ بشارت قبل از وقت اللہ دتہ اور بعض دوستوں کو اس وقت سنا دی اور اس کے بعد جیسا کہ مولا کریم نے فرمایا تھا اس کے یہاں دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی جو خدا کے فضل سے بڑے ہوئے اور اب صاحبِ اولاد بھی ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔

دیگر

ایسا ہی موضع مذکور میں ایک دفعہ چوہدری اللہ داد خاں ولد چوہدری عالم خاں صاحب کا تین چار سال کا بچہ شدید بیمار ہوگیا اور اس کی حالت مایوس العلاج ہوگئی۔ اس وقت چوہدری اللہ داد خاں نے مجھے بُلا کر وہ بچہ دکھایا۔ (وہ بچہ بالکل مُشتِ استخوان نظر آتا تھا) اور دعا کی درخواست کی۔ میں نے اس وقت دعا بھی کی اور ایک نسخہ بھی بتایا جو اسے استعمال کرایا گیا۔ اس کے بعد میں نے

چوہدری اللہ داد خاں سے کہا کہ جب میں سال کے بعد آؤں گا تو یہ لڑکا اتنا تندرست ہوگا کہ میں اسے پہچان بھی نہ سکوں گا۔ چنانچہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ایسا ہی وقوع میں آیا۔

دیگر

ایسا ہی موضع مذکور میں چوہدری محمد الدین جو نہایت ہی مخلص احمدی تھے انہوں نے مجھے اپنے لڑکے چوہدری محمد نواب کے متعلق کہا کہ اس کے پہلے بچے فوت ہوچکے ہیں اور اب کافی عرصہ سے اس کے گھر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس لئے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ اسے اولاد دے۔ میں نے اس کے متعلق بھی دعا کی اور خدا تعالےٰ سے خبر پاکر کہا کہ میں جب دوبارہ آؤں گا تو خدا کے فضل سے محمد نواب کے یہاں لڑکا کھیلتا ہوگا۔

اس کے فضلوں کی بات ہے کہ جب میں دوسرے یا تیسرے سال موضع گوئیکی آیا تو چوہدری اللہ داد خاں نے مجھے ایک بالکل تندرست لڑکا دکھایا اور کہا کہ آپ نے پہچانا۔ ہے کہ یہ لڑکا کون ہے میں نے کہا معلوم نہیں کہنے لگے یہ وہی لڑکا تو ہے جس کے متعلق آپ نے دعا فرمائی تھی اور کہا تھا کہ میں جب دوبارہ گوئیکی آؤں گا تو اسے پہچان بھی نہ سکوں گا۔ اس کے بعد چوہدری محمد الدین آئے اور مجھے اپنے یہاں لے گئے جب میں وہاں پہنچا تو انہوں نے مجھے اپنا پوتا دکھایا جس کے متعلق میں انہیں ایک دو سال پہلے خوشخبری سنا چکا تھا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

علاج بے روزگاری

موضع مذکور کی ایک احمدی خاتون جو بعد میں ہجرت کر کے قادیان مقدس چلی گئی تھی۔ اس نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ میرے دو لڑکے باوجود اچھی

تعلیم رکھنے کے ابھی تک بیکار ہیں آپ ان کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے کوئی روزگار کی صورت پیدا کر دے۔ چونکہ میں اس خاتون کے خسر کا احسان مند تھا۔ اس لئے میں نے اس کے لڑکوں کے لئے متواتر کئی روز تک دعا کی یہانتک کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے رویا کے ذریعہ مجھے بتایا گیا کہ اگر اس کے لڑکے تین لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد کریں گے تو ان کی تین سو روپیہ تنخواہ لگ جائے گی اور اگر ڈیڑھ لاکھ مرتبہ درود شریف کا ورد کریں گے تو ڈیڑھ سو روپیہ ان کی تنخواہ لگ جائے گی۔ چنانچہ میں نے اسی دن اس رویا کی اطلاع اس کو دے دی تھی۔ معلوم نہیں کہ اس کے لڑکوں نے یہ عمل کیا تھا یا نہیں۔

ایک لطیفہ

موضع گولیکی کی رہائش کے دوران میں وہاں کے دوستوں میں چوہدری محمد الدین، چوہدری شمس الدین، چوہدری قاسم الدین نمبردار، چوہدری امام بخش، چوہدری غلام محمد ولد بہرام، چوہدری ولی محمدؐ، میاں قطب الدین میاں محمد الدین بڑھئی، میاں خوشی محمدؐ، پیر شمس الدین، پیر غلام غوث وغیرہم اکثر احباب مجھ سے محبت رکھتے تھے اور میرے پاس ملاقات کے لئے آتے رہتے تھے۔ الحمد للہ کہ بعد میں ان دوستوں میں سے اکثر دوست میری اور مولوی امام الدین صاحبؓ کی تبلیغ سے احمدی ہو گئے تھے۔

اِن دنوں چونکہ میری عمر بھی کوئی سترہ اٹھارہ سال کی تھی اس لئے اِن دوستوں میں کئی نوجوان دوست میرے تعلق کی وجہ سے رات کو عموماً میرے پاس ہی مسجد کے ایک حجرہ میں سو جایا کرتے تھے۔ اور چوہدری ولی محمدؐ اور چوہدری قاسم الدین نمبردار تو اکثر رات گئے تک میرے پاس ہی بیٹھے رہتے تھے۔ چوہدری ولی محمدؐ چونکہ بالکل عنفوان شباب میں تھا اس لئے وہ کئی دفعہ مجھے اپنے معاشقہ کی داستان سُنا سُنا کر اپنی محرومی کا ذکر کرتا رہتا تھا اور بار بار

مجھ سے دعا کے لئے بھی درخواست کرتا تھا۔ میں اس کے جواب میں اُسے اکثر
مولانا رُوم کا یہ شعر سنا کر کہ ؎

این نہ عشق است آنکہ با مردم بود
این فسادِ خوردن گندم بود

یہ سمجھایا کرتا تھا کہ عشق مجازی دراصل نفسانی جوش اور جنسی رجحان کا نام
ہے جو پُرخوری اور فارغ البالی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور اصل محبت اور
عشق وہی ہے جو انسان والذین آمنوا اشد حبًا للّٰہ کے مطابق اللہ تعالیٰ
سے استوار کرے۔ اسی طرح سمجھاتے ہوئے میں نے ایک دن ولی محمد سے کہا کہ
تمہارا عشق تو ایسا ہے کہ اگر تمہیں ایک مرتبہ بخار چڑھے اور سر میں درد شروع
ہو جائے تو یہ عشق اسی وقت کافور ہو جائے گا۔ ولی محمد کہنے لگا ایسا ہرگز
نہیں ہو سکتا۔ بھلا وہ عشق جو میری ہڈیوں اور جسم کے ذرّے ذرّے میں
سما چکا ہے وہ درد سر اور بخار کو کیا سمجھتا ہے۔ آپ بے شک اس کا تجربہ
کر کے دیکھ لیں۔ میں نے کہا تجربہ کرنا بھی کوئی ناممکن نہیں۔ خدا چاہے تو تمہارے
اندر سے ہی اس کا سامان پیدا کر دے۔ خدا کی حکمت ہے کہ ولی محمد میرے پاس
سے گیا تو گھر پہنچتے ہی اسے شدید بخار اور سر درد شروع ہو گیا۔ جب اس کی
علالت پر تین دن گذر چکے اور وہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلا تو میں نے خیال
کیا کہ شاید وہ گاؤں سے باہر کسی اور گاؤں میں کام کے لئے چلا گیا ہے۔ اتنے
میں اس کی والدہ اور ہمشیرہ یکے بعد دیگرے میرے پاس آئیں اور ولی محمد کے
متعلق بتایا کہ اُسے تین روز سے شدید بخار اور سر درد ہے اور وہ آپ کو یاد
کر رہا ہے۔ میں نے اُسے کہلا بھیجا کہ مجھے وہاں آنے کی چنداں ضرورت نہیں
تم اپنا مُدعا کہلا بھیجو۔ اس کی والدہ اور ہمشیرہ نے جب میرا یہ پیغام دیا تو کہنے
لگا اگر وہ اب نہیں آتے تو کیا میرے جنازہ پر آئیں گے۔ پھر اپنے والد اور
بھائیوں کے ذریعے کہلا بھیجا کہ مجھے مرنے سے پہلے ایک مرتبہ اپنا منہ ضرور
دکھا جاؤ۔ چنانچہ میں ان کے اصرار پر ان کے گھر پہنچا اور ولی محمد سے دریافت
کیا کہ کہیئے اب حالت کیسی ہے۔ کہنے لگا اب تو آپ یہ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ

مجھے اس بیماری سے نجات دیدے میں نے کہا تو کیا اب یہ دعا نہ کروں کہ تمہارے جذبۂ محبت کی تسکین ہو جائے۔ کہنے لگا کہ جان سکھ جہان سکھ اس وقت تو آپ میری صحت کے لئے دعا فرمائیں مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا دعا تو کروں گا مگر اس شرط پر کہ تم آئندہ میرے سامنے کبھی اپنے معاشقہ کا ذکر نہ کرنا۔ ولی محمدؐ کہنے لگا آپ میرا گناہ معاف فرمائیں آئندہ میری توبہ! میری توبہ! چنانچہ اسی وقت میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور سب حاضرین کو بھی دعا کی تحریک کی۔ مجھے دعا کرتے ہوئے ابھی کوئی آدھ گھنٹہ ہوا تھا کہ ولی محمدؐ خدا کے فضل سے رو بصحت ہونا شروع ہو گیا۔ اور جلد ہی بالکل تندرست ہو گیا۔

اس کے بعد چوہدری ولی محمدؐ جب مجھ سے ملتے تو کہتے آپ نے مجھے مجبور کر کے توبہ کرائی ہے اور یہ سردرد اور بخار تو آپ کی بددعا سے ہوا۔ میں نے کہا بددعا دینا تو مومن کا شیوہ نہیں ہے البتہ خدا تعالیٰ کسی کی ہدایت کا سامان محض اپنی رحمت سے پیدا کر دیتا ہے۔ جیسے بعض چور اور ڈاکو چوری اور ڈاکے کیلئے تیار ہوں تو اس گناہ اور معصیت کے ارادہ پر کسی سانپ کے ڈسنے سے رک جائیں یا فالج یا کسی دوسری شدید بیماری کے باعث گناہ سے بچ جائیں۔ پس دراصل عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم کے فرمان کے مطابق بعض دفعہ ناگوار واقعات اپنے اندر بلحاظ نتیجہ کے خیر کی صورت بھی رکھتے ہیں۔

وآخر کلمنا حمدٌ و شکرٌ لربٍّ محسنٍ ذی الامتنان

خاتمہ

حیاتِ قدسی

حصہ اوّل